خبریں

سنڈے میگزین

ضیاشاہد سپیشل

2 مئی 2021ء

یہ نصف صدی کا قصہ ہے
دو چار برس کی بات نہیں

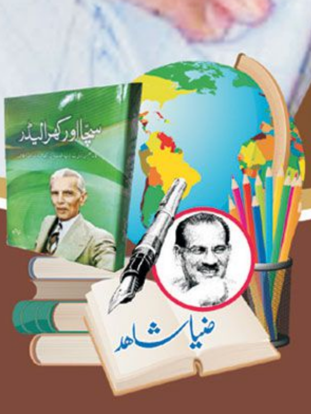

امتنان شاہد ذہین، باہمت، ضیا شاہد نے ادارہ مضبوط ہاتھوں میں چھوڑا

ضیا شاہد مظلوم طبقے کی آخری اُمید تھے

ضیا شاہد انکی آواز بنے جنکی کوئی نہیں سنتا تھا، حمید ہارون چیف ایگزیکٹو ڈان گروپ

حمید ہارون

چیف ایگزیکٹو ڈان گروپ

ڈان گروپ کے حمید ہارون نے جدید صحافت کے بانی ضیا شاہد کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا، ہر ملک میں پریس کا ایک پیریڈ ہوتا ہے جب سٹیٹ کی ذمہ داری، سیاسی سرگرمیاں بڑھتی ہیں تو پریس کی ذمہ داری بھی بڑھ جاتی ہے، پاکستان میں بھی ایسا ہی ہوا،

قیام پاکستان کے وقت جو بھی اخبار شائع ہوتے تھے ان کا اپنا طریقہ کار تھا، لیکن جیسے ہی سول سوسائٹی بدلی معاشرے میں تبدیلی آئی، اس تبدیلی میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اہم سمجھے جاتے ہیں 1950ء اور 1960ء میں لاہور میں ایڈیٹوریل رپورٹنگ کی ایک لہر چلی، میں دیانتداری سے کہتا ہوں کہ اس دوران فیض احمد فیض اور آئی اے رحمان کے بعد اردو پریس میں ایک لاٹ 1960ء اور 1970ء کے عشرے میں دیکھی جس میں ضیا شاہد کے ساتھ مجیب الرحمٰن شامی، خوشنود علی خان اور خالد حسن ابھر کر سامنے آئے، ہمیں ماننا پڑے گا جب ہم اخبارات کی تاریخ کا ذکر کریں گے تو ضیا شاہد نے معاشرے کے ان طبقوں کو آواز دی جن کی آواز نہیں سنی ہی جاتی تھی، یہ صحافت میں بڑا انقلاب تھا، اس میں ضیا شاہد کا بڑا ہاتھ تھا، روائتی میڈیا میں ماحول بدل گیا لیکن جو تبدیلی تھی اس کیلئے پریشر کہاں

> **14 اگست کو جھنڈا لہرانے والے نہیں بلکہ اندر سے خالص اور محبّ وطن پاکستانی تھے**

سے آیا، میں یہ کہتا ہوں کہ وہ پریشر ایسے لوگوں سے آیا جو میڈیا میں نئی قسم کی آواز پیدا کرنا چاہتے تھے، ان کی کنٹری بیوشن کے بغیر جرنلزم مکمل نہیں ہوتی، اس سے آگے بڑھیں ہر وقت تاریخ میں ایسے اخبار تھے جو ایک آدمی کی آئیڈیالوجی سے یا ان کی سوچ کا عکس ہوتے تھے، ضیا شاہد کا خبریں ماڈل تھوڑا مختلف تھا، انہوں نے جرنلسٹ قوتوں کو شامل کیا، ساتھی جوان کے ساتھ رہ چکے تھے اور کچھ ان کے جونیئر کولیگز ایسے لوگ بھی نکل آئے جو پہلے جرنلزم میں صحیح طریقے سے تسلیم نہیں کئے جاتے تھے وہ اس قوت کا باقاعدہ حصہ بنے، یہ صرف ضیا شاہد کی کنٹری بیوشن تھی، یہ بات بھلائی نہیں جاسکتی، اس حوالے سے میڈیا میں ضیا شاہد کا کردار چھوٹا نہیں کہا جاسکتا، انہوں نے ادارے میں شیئر ہولڈرز کو شامل کیا، انہوں نے اس بات کا خیال رکھا کہ اس میں کوئی اکنامک گروپ ایسا نہ ہو جو تسلط اختیار کرکے پالیسی کو کنٹرول کرسکے۔

اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب بعد میں انہوں نے خبریں کو ٹیک اوور کیا تو اس میں نیا ڈھانچہ تھا، بعد میں اس میں جو نئے نام زیادہ آئے پرانے نام اسے کنٹرول کرنے کے اہل نہ تھے، پھر ایک حد تک جنگ اور ڈان نے ایک سے زیادہ شہروں سے اخبار کی اشاعت کا آغاز کیا، ضیا شاہد نے بھی ایسے ہی اپنے اخبارات کو دوسرے شہروں تک پھیلا دیا، مختلف علاقوں سے آواز بھی آ رہی تھی اس کو علاقائی جرنلزم نہیں کہتے اس میں سکمنٹس کی آوازیں بھی آنے لگیں، جب آپ ٹیلی ویژن یا سیٹلائٹ کی بات کرتے ہیں تو خبروں کا پھیلاؤ کہاں سے آیا، یہ روائتی اخباروں سے نہیں آیا، یہاں تک ضیا شاہد کا کنٹروی بیوشن مکمل نہیں ہوتا اس کے بعد پرائیویٹ ٹیلی ویژن شروع ہوئے، ضیا شاہد ٹیلی ویژن کی دنیا میں بھی آگئے 40,30 سال کے کیریئر میں وہ مختلف مراحل سے نہ صرف گزرے بلکہ ہر سٹیج پر اپنا چھاپہ خود مارا، اس سے آگے جائیں گے تو ایک سٹیج اخبار کی ایسوسی ایشنز ہیں، جرنلسٹ کے علاوہ ضیا شاہد کا اپنا ان پٹ تھا، دوسرے جو ادارے تھے وہ کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز اور آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی،

ایک میں ضیا شاہد کا کردار تھوڑا دبا دبا تھا، اے پی این ایس کی کمیٹی میں تھے ایکٹو تھے لیکن ان کا رجحان اخباری ایڈیٹوریل کی طرف تھا، وہ سی پی این ای کے صدر بھی بن گئے، آپ اگر یہ پوچھیں کہ وہ کون سا واقعہ ہے جو ذاتی طور پر جانتا ہوں، وہ صدر سی پی این ای کا تھا' مجھے عارضی طور پر ری

> **میڈیا کے روائتی ماحول تبدیلی، اخبار میں جدت کا سہرہ بھی انہی کے سر بندھا**

پریذیڈنٹ بنایا گیا تھا مگر ایک دوسرا گروپ ابھر آیا تھا مجھے حیرت ہوئی جب ایک شخص جو اقتدار میں تھا وہ جو ہاتھ جوڑ کر بھیک مانگ رہا تھا کہ اس یونین کو اکٹھی کریں میں اپنی جگہ چھوڑنے کو تیار ہوں یہ خودغرضی نہیں ہوتی، اور یہ ضیا شاہد تھے۔ ایک شخص میڈیا کے مختلف مراحل سے گزرا ہے اس کو اندازہ ہے انہوں نے سوچا کہ اخباری دنیا کیلئے متحد ہونا ضروری ہے حالانکہ ٹیلی ویژن شروع ہوگیا ایف ایم ریڈیو شروع ہوگئے تھے، ایسا نہیں ضیا شاہد کو پتہ نہیں تھا کہ سٹیٹ میڈیا کا وقت ختم ہو رہا ہے اور پرائیویٹ میڈیا بڑھ رہا ہے لیکن وہ چاہتے تھے کہ اگر اپنے کیریئر کی قربانی بھی دے دیں تو اخبارات میں اتحاد ہونا چاہئیے پاکستانیت کے حوالہ سے ضیا شاہد کے کردار بارے تجزیہ کرتے ہوئے حمید ہارون

> **مرحوم نے جن کی تربیت کرکے ان کو قلم پکڑایا ان کے بغیر صحافت نامکمل ہے**

نے کہا کہ یہ مشکل سوال ہے کہہ سکتا ہوں کہ پاکستانیت میں صرف ایک چیز متعلقہ ہے وہ یہ کہ انسان اپنے ملک سے محبت کرے، ضیا شاہد کی پاکستانیت صرف اس حد تک نہیں تھی وہ چاہتے تھے کہ مختلف پہلوؤں سے مختلف سگمنٹس کی آواز سنائی دے وہ اسلام آباد' لاہور' کراچی میں جو کیپٹلز تھے اور اس آواز کا تعلق آزادی صحافت سے تھا مختلف طبقوں کی ترجمانی تھی' معاشرے کی ترجمانی میں اسے پاکستانیت سمجھتا ہوں، کشمیر ہمارے لئے اس لئے اہم ہے کہ اگر کشمیر خودمختاری نہیں لے سکتا تو ہمیں کوئی حق نہیں کہ پاکستانیوں کے طور پر ہم اپنی آزادی اور خودمختاری کے بارے میں سیلی بریٹ کریں۔

ضیا شاہد کی پاکستانیت میں کشمیریت بھی موجود تھی اور وہ کشمیر کے بارے بہت حساس تھے، ضیا شاہد کی پاکستانیت اس سے بھی میچور تھی جھنڈا اڑانے والی نہیں تھی کہ 14 اگست پر جھنڈا لہرایا دیا جائے، سی این این اور اے پی این ایس کے حوالے سے ان کا نعرہ تھا کہ آپ لوگوں کو ساتھ لیکر چلیں جو ایسوسی ایشنز کو مضبوط کرتا ہے، ضیا شاہد نے بہت کنٹری بیوشن کی ہے آخر میں وہ سی پی این ای کو چھوڑ کر اے پی این ایس واپس آگئے، انہوں نے شائد محسوس کیا کہ اے پی این ایس کے ادارے میں زیادہ پوٹینشل ہے،

ضیا شاہد کو صحافتی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے جو قومی ایوارڈ دیئے ہیں وہ اس لیول کے نہیں ہیں جو انہوں نے صحافت میں کنٹری بیوٹ کیا، ضیا شاہد کی ایک اور خدمت یہ ہے کہ امتنان شاہد بہت ذہین اور باہمت ہیں، ضیا شاہد نے اپنا ادارہ مضبوط ہاتھوں میں چھوڑا ہے، عام تمغے ان کیلئے عجیب لگتے ہیں اور ان گریس فل لگتے ہیں، حکومتوں کو اس سے زیادہ فراخدلی دکھانی چاہیے اور لوگوں کی خدمات کا اعتراف کرنا چاہیے، اگر آپ پاکستانی پبلشرز کی خدمات کا اعتراف نہیں کریں گے تو کون کرے گا؟ ذاتی تعلقات کے حوالے سے بات کرتے ہوئے حمید ہارون نے کہا کہ ضیا شاہد مجھ سے سینئر تھے میں نے ان کے ساتھ کبھی ایسا رویہ نہیں رکھا کہ ہم ایک قد کے ہیں وہ مجھ سے بڑے تھے، میں ان سے عزت سے پیش آتا تھا وہ ہر صورت میں تبدیلی کو تسلیم کرنے کو تیار تھے، ایک واقعہ ہے دو تین ممبرز نے بہت شور شرابہ کیا، تبدیلی کے بارے میں تو ضیا شاہد نے ان کو بٹھا کر سمجھایا کہ دیکھیں آپ کے پاس کم لوگ ہیں کام کرنے والے، آپ کے ادارے کیلئے اگر آپ نے پرانے خیالات نہ بدلے تو اے پی این ایس آگے نہیں بڑھ سکے گی، انہوں نے مجھے سپورٹ کیا جو پرانے دنوں میں جو انسٹرکشن تھی وہ بھی میں نے دیکھی، میں نے ان کو کبھی برابر کا نہیں سمجھا، وہ بہت مختلف تھے اور مجھ سے بہت سینئر تھے، اگر کہا جائے کہ وہ ایک تحریک اور اپنی ذات میں ادارہ اور انجمن تھے تو غلط نہ ہوگا، ان کی رحلت سے صرف شعبہ صحافت گریہ کناں نہیں بلکہ ملک کے وہ لاکھوں مظلوم بھی اشک بار ہیں جن کی آخری امید ضیا شاہد تھے۔

☆☆☆

وزیراعظم پاکستان محمد خان جونیجو کے ساتھ وزیراعظم ہاؤس.....86-1985ء

بانی خبریں میڈیا گروپ ضیا شاہد کی ساتویں جماعت میں گورنمنٹ پائلٹ ہائی سکول ملتان میں لی گئی تصاویر

خبریں سنڈے میگزین

صحافت ایک بڑے مدیر اور انسان دوست سے محروم ہوگئی

صدر
ڈاکٹر عارف علوی

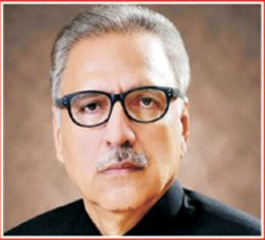

صدر پاکستان ڈاکٹر عارف علوی نے چیف ایڈیٹر خبریں امتنان شاہد کے نام اپنے پیغام میں اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپکے والد گرامی کے انتقال سے مجھے دلی صدمہ ہوا ہے۔ مرحوم بڑے صحافی اور پاکستانی صحافت کا اہم ستون تھے انکے انتقال سے ہم ایک بڑے مدیر، صحافی اور انسان دوست سے محروم ہوگئے ہیں۔ صحافت کے شعبہ میں انکی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ رب ایزدی میں انکے بلند درجات کی بلندی کیلئے دعا گو ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنے عظیم والد گرامی کی صحافتی روایات کو آگے لیکر چلیں گے۔ ☆☆☆

کرپشن کے خلاف ضیا شاہد کا کردار مثالی تھا

عمران خان
وزیراعظم پاکستان

ضیا شاہد صحافت کے ایک عہد کا نام ہے جن کی رحلت پر دلی رنج ہوا۔ انہوں نے کرپشن کے خلاف جس طرح سے جنگ کی وہی پاکستان تحریک انصاف کا مشن ہے۔ ضیا شاہد پاکستان کے واحد صحافی اور دانشور تھے جو عوام کے دُکھ درد کو دل سے محسوس کرتے تھے انہوں نے عوام میں آکر اُن کے مسائل اور مشکلات کا جائزہ لیا اور اپنی تحریروں کے ذریعے انہیں حل بھی کروایا، ضیا شاہد ایک نڈر اور دلیر صحافی تھے جنہوں نے اپنی قلم سے تلوار کا کام لیا۔ اُنہوں نے پاکستان تحریک انصاف کے کرپشن کے خلاف منشور کی تیاری میں بھی پی ٹی آئی کی بہت مدد فرمائی اور ایسے اصول بتائے جنھیں پاکستان تحریک انصاف میں اپنے منشور کا حصہ بنایا۔ ضیا شاہد نے نہ صرف ایک ایڈیٹر کی حیثیت سے بلکہ ایک سماجی خدمتگار کے طور پر عملی طور پر بھی مصائب زدہ اور ظلم کے ستائے طبقات کے لیے بہت کچھ کیا۔ اللہ پاک انکے درجات بلند کرے۔ عمران خان، وزیراعظم پاکستان ☆☆☆

قومی شخصیات کا بانی خبریں (ضیا شاہد) کو شاندار خراج تحسین

پنجاب یونیورسٹی ایم اے عربی، نوجوان ضیا شاہد صدر سٹوڈنٹس یونین پنجاب یونیورسٹی کا حلف لیتے ہوئے

غمزدہ فیملی کے دکھ میں برابر کا شریک ہوں

میجر جنرل بابر افتخار
ڈی جی، آئی ایس پی آر

مجھے آپ کے والد محترم ضیا شاہد کے انتقال پر دلی قلق ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دکھ کے ان لمحات میں آپ کے اور آپکی فیملی کے دکھ میں برابر کا شریک ہوں۔ ضیا صاحب جیسی شخصیات صدیوں بعد پیدا ہوتی ہے اور اُن کے اثرات دیر تک قائم رہتے ہیں۔ اللہ پاک آپکے والد کے درجات بلند کرے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

ضیا شاہد نے جرات مندی سے مافیا کو بے نقاب کیا

صادق سنجرانی
چیئرمین سینٹ

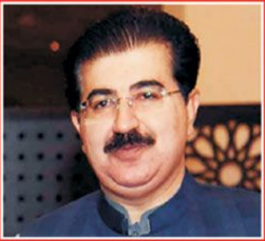

خبریں گروپ کے بانی ضیا شاہد ایک عہد کا نام ہے انہوں نے جس جرات مندی سے استحصالی قوتوں کا مقابلہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے ضیا شاہد نے جس طرح سے زمانہ قدیم کی صحافت کو جدید صحافت کے قالب میں ڈھالا اور عوام کے مسائل کو سمجھ کر اپنے قلم کا مثبت استعمال کیا۔ خاص طور پر یہ بات اُن کے کریڈٹ میں جاتی ہے کہ مظلوم خواتین پر ہونے والے تشدد کے خلاف اُنہوں نے بھرپور آواز اُٹھائی اور انہیں انصاف دلوایا۔ اس پر تاریخ ہمیشہ انہیں یاد رکھے گی۔ اللہ پاک انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔ صادق سنجرانی چیئرمین سینٹ ☆☆☆

غریب کو انصاف دلوانے کیلئے میرا اور ضیا شاہد کا مشن مشترکہ تھا

آصف علی زرداری
سابق صدر

ضیا شاہد میرے پسندیدہ صحافیوں میں سے تھے اگرچہ ہمارے نظریات مختلف تھے مگر مظلوم کو انصاف دلوانے کا مشن ہمارا مشترکہ تھا۔ غریب کی معاشی حالت بہتر کرنے کے لیے جو پاکستان پیپلز پارٹی کا جو منشور تھا غریب کو اس کے مطابق اس کا حق دلوانے کے لیے ضیا شاہد نے قلم کے محاذ پر خود کو ایک مجاہد ثابت کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ سابق صدر آصف علی زرداری ☆☆☆

ضیا شاہد جرات مندانہ صحافت کی علامت تھے

بلاول بھٹو زرداری
چیئرمین پی پی پی

میں خبریں گروپ آف نیوز پیپرز کے بانی ضیا شاہد کی صحافتی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے نہ صرف جدید صحافت کی بنیاد رکھی بلکہ دوسروں کو بھی سر اٹھا کر چلنے کی ترغیب دی۔ ان کی تحریروں میں صداقت اور حقیقت پسندی تھی جس کی وجہ سے انہوں نے لوگوں کے دلوں میں اپنا مقام بنایا۔ میں دکھ کی اس گھڑی میں ان کے صاحبزادے امتنان شاہد کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔ ☆☆☆

آپ کے والد صحافت کی دنیا کے لیجنڈ تھے

محمد شہباز شریف
صدر پاکستان مسلم لیگ (ن)

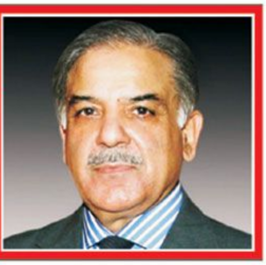

مجھے آپ کے عظیم اور پیارے والد ضیا شاہد کی رحلت کا سنکر سخت دکھ ہوا جو بلاشبہ صحافت کی دنیا کے لیجنڈ تھے، میری طرف سے دلی طور پر تعزیت قبول فرمائیں۔ اللہ پاک مرحوم کے درجات بلند کرے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ دکھ کی اس گھڑی میں دعائیں آپ کے اور آپکی فیملی کے ساتھ ہیں۔ ☆☆☆

ضیا شاہد بڑے دانشور اور عہد ساز صحافی تھے

کیتھرین اوڈری گبوز
امریکی قونصل جنرل لاہور آفس

امریکی قونصل جنرل لاہور نے بانی وقائد خبریں گروپ ضیا شاہد کے انتقال پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس بڑے صحافتی نقصان پر ہم آپ اور آپکی فیملی کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں جناب ضیا شاہد صاحب ایک لیجنڈ صحافی، بڑے دانشور اور غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے انکی خدمات صحافتی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

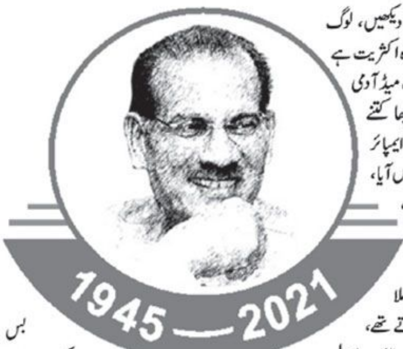

کام ضیا شاہد کا رومانس تھا، مجھے کالم نگاری کیلئے انہوں نے مائل کیا

بہت بڑے باپ کا بیٹا ہونا اعزاز، مگر امتحان

امتنان شاہد صاحب ادارے کو پانا اور اسے آگے لیجانا چیلنج ہے، حسن نثار

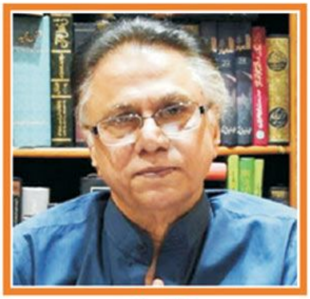

حسن نثار
معروف دانشور کالم نگار

پیدائشی، فطری اور حقیقی صحافی ضیا شاہد کی زندگی اور کاوش بارے گفتگو کرتے ہمدم دیرینہ حسن نثار نے چینل فائیو کے پروگرام ''ضیا شاہد کے ساتھ'' میں کہا ہے کہ میں

ہونے کی بجائے پھل ہوتے تو آپ ناریل ہوتے، باہر سے بہت سخت اور اندر سے بہت نرم اور میٹھا پانی، اور اس طرح کی بات، ایک بات میں ناظرین سے شیئر کرنا چاہتا ہوں کہ جو میں نے کبھی بیان کی نہ لکھی اب میں لکھوں گا، میرا کالم لکھنا میری قسمت نہیں، جب ضیا شاہد روزنامہ پاکستان سے علیحدہ ہوئے انہوں نے اپنا اخبار شروع کرنے کا پلان بنایا ظاہر ہے وسائل بہت محدود تھے اس زمانے میں مجھے کہا کہ جب میں اخبار نکالوں گا تو حسن یار آپ نے میرے اخبار کیلئے کالم لکھنا ہے، میں نے کہا میں تو بزنس کرتا ہوں کالم تو میں نے کبھی نہیں لکھا، انہوں نے کہا تم بہت اچھا لکھتے ہو کالم کونسا عجوبہ ہے، بات آئی گئی ہوگئی۔

خبریں بہت دیر موخر رہا، اس دوران محترمہ بینظیر بھٹو شہید، سلمان تاثیر شہید اور ایک شہزاد جہانگیر تھے جو بہت بعد میں اٹارنی جنرل بنے، انہوں نے زبردستی میرے گلے میں مساوات کی ایڈیٹرشپ کا ڈھول ڈال دیا، جب شروع کردیا، میرے دماغ کالم نگاری کا بیج انہوں نے نہ ڈالا ہوتا تو میں صرف مساوات کی ایڈیٹرشپ کرتا، مجھے پتہ ہے کہ بڑے پروفیشنل نے اگر میرے اندر کوئی چیز دیکھی ہے کہ کالم نگاری کی جاسکتی ہے تو میں کیوں نہ اس

ضیا شاہد کے کہنے پر ایڈیٹری چھوڑ کر باقاعدہ کالم لکھنا شروع کردیا

اخبار میں شروع کروں جس کو میں ہیڈ کررہا ہوں، نظر ان کی اتنی گہری تھی یہ تاریخ کا حصہ بننے والی باتیں ہیں، ایک دفعہ وہ ماڈل ٹاؤن آئے اور مجھے کہا کہ تم نے شائد خود کو ضائع کرنے کی قسم کھائی ہے، میں نے کہا

ووٹر دیکھیں، جتنا کاسٹ ہوتا ہے وہ دیکھیں، لوگ سیاست پر تھوکتے بھی نہیں، میرا ٹارگٹ وہ اکثریت ہے جو ووٹ نہیں ڈالتی، بہت عالیشان سیلف میڈ آدمی تھے، میں نے کل بھابھی یاسمین سے پوچھا کتنے سال ہوگئے اس گھر میں، اس بندے نے ایمپائر کھڑی کردی گھر تبدیل کرنے کا خیال نہیں آیا، 40،45 سال پرانا، اس کے انداز، لگاؤ، رومانس کام کے علاوہ کچھ بھی نہیں، ساری زندگی قلم کیلئے وقف کی، وہ جنگجو تھا، دکھ ہے کہ جہاں میں دو تین مہینے نہیں ملا تھا اب نہ ملتا، ہم کئی شہروں میں جایا کرتے تھے، بھابھی یاسمین بھی ساتھ ہوتی تھیں، پکنک ٹائپ ماحول ہوتا تھا، دو چار شہروں میں جاکر میں نے کہا ضیا صاحب بس کرو، عباس اطہر صاحب کو لے چلتے ہیں، عباس اطہر ساتھ ہوگئے دوپہر کے اخبار کے ایڈیٹر اور میں فیکس پر کالم بھیج دیتا تھا، عدنان شاہد کو مرحوم کہتے بھی دکھ ہوتا ہے، امتنان شاہد بہت نوجوان تھے، میں کل امتنان شاہد سے کہہ رہا تھا کہ آپ کو بڑے چیلنج کا سامنا ہے، بہت بڑے باپ کا بیٹا ہو یہ اعزاز بھی ایک امتحان ہے، اس ادارے کو پانا اور اس کو آگے لیجانا چیلنج ہے، اس پر پورا اترو گے تو مزا آئیگا، پھر ان کی کتابیں ہیں، آج تک میں نہیں دیکھا کسی اور نے ان موضوعات پر لکھا، ضیا صاحب کی کتاب اٹھائیں انہوں نے لکھا ہے تحریک انصاف کا نام حسن نثار نے دیا تھا، یہ ظرف ہے، انکا، انکی کتابیں بہت قیمتی کتابیں ہیں ڈھیر لکھا ہے اس آدمی نے میں حیران ہوں، عربی کا محاورہ ہے کہ ہمارا فلاں سوار جو ہے ایک ہزار پر بھاری ہے، ضیا شاہد میری زندگی میں وہ آدمی ہے جو خاص طور محنت کے اعتبار سے ایک ہزار پر بھاری تھا، ایک ہزار بندہ جتنا کام کرسکتا ہے، اتنا کام وہ اکیلا بندہ کرسکتا تھا، اتنی مصروف زندگی کے ساتھ اتنی کتابیں لکھنا یہ کوئی نہیں کرسکتا، 24 گھنٹے کا کام ہے اخبار نے وقت پر چھپنا، آپ کا کام شروع ہوگیا، وہ تھے اس طرح کے اس عہد کے جو گزر گیا، ایک

کیسے کہتے ہیں آپ اتنا خوبصورت لکھتے ہو، تو کالم لکھو، اور وسط میں نے لکھنا شروع کردیا۔
اس وقت ملک دو حصوں میں تقسیم تھا، بھٹو اور انٹی بھٹو، کہا آپ نے دونوں کے خلاف جنگ شروع کردی ہے، آپ کو پڑھے گا کون؟ میں کبھی کالم نویسی سے خوش نہیں، میں نے کہا ضیا صاحب میں تو خود اتنی زیادہ دلچسپی

جارحانہ صحافت کی، جرنلزم کی تاریخ ضیا شاہد کے نام کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی

میں نے نہیں جانا، کہتے وجہ؟، لوگ جس طرح میرے بارے میں سلوک کرتے ہیں میں اپنے بارے میں جانتا ہوں کہ میں کون ہوں، کوئی ہاتھ چوم رہا ہے، انکے فیملی فنکشن میں انکی پہچان بن گیا، خبریں کی، ایک بار میں چھوڑ گیا، میں نے کہا مجھے عباس اطہر اور منو بھائی کے ساتھ کام کرنے کا شوق ہے، ضیا شاہد بہت بڑے پروفیشنل تھے

گورنر مخدوم سجاد حسین قریشی گورنر ہاؤس میں استقبالیے کے موقع پر

ناظرین سے التماس کرتا ہوں کہ ان کی مغفرت کیلئے دعا کریں، کل میں بھابھی یاسمین سے بات کررہا تھا کہ کوئی ایک ماہ پہلے دل کیا اور ملنے چلا گیا، ان کے بھی ایک چھوٹے بھائیوں کی طرح میاں حبیب سے کہا مجھے ضیا شاہد کے پاس لے چلو، اس سے بھی کوئی دو تین مہینے پہلے ملاقات رہی،
میں بھابھی یاسمین سے کہہ رہا تھا مجھے عجیب سی کوفت ہورہی ہے میں ان سے نہیں ملتا، کیونکہ ان سے پلان کرکے بات کرکے اٹھا تھا کہ اچھا مہینہ میں ایک آدھ بار ملاقات کا معاملہ رہے گا، حسن نثار نے کہا میری پروفیشنل زندگی کا آغاز بہت خوبصورت تھا، سرور سکھیرا دھنک

منو بھائی، عباس اطہر کری ایٹو لوگ تھے، فنانسر نے ہاتھ اٹھائے تو اخبار بند

کے ایڈیٹر تھے، ان جیسا کری ایٹو آدمی تو کم ہی ملتا ہے، میں نوجوانوں کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کچھ بھی نہیں ہوتا، ''ریچ ٹو ریچز'' یا ٹریک سے اوپر جانا ہو تو ان سے بہتر کوئی مثال نہیں، انتہائی محنتی، انتہائی ذہین، ضدی جنگجو ٹائپ آدمی تھے میں ان سے کہا کرتا تھا کہ اگر آپ انسان

میں نے دیکھا کہ اخبارنویس سستے ہیں اور کالم نگار مہنگے تھے میں نے سوچا خود لکھ لیتا ہوں، میں نے کام لکھنا صحیح وقت پر شروع کیا، بڑا اچھا رسپانس ملا، ضیا شاہد کو ڈائریکٹر

1967......ضیا شاہد، بیگم یاسمین شاہد کی شادی کے موقع پر لی گئی تصویر

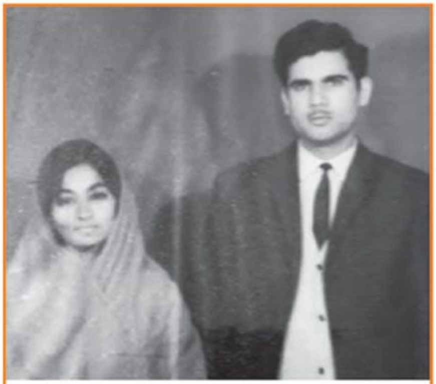

شادی کے چند روز بعد کی تصویر

ہوتے ایک سال لگا، اس کے بعد دوسرے باس آئے، انہوں نے کہا آپ کا میرے ساتھ وعدہ تھا میں نے کہا وعدہ تھا تو پورا کردیتے ہیں، تو ایڈیٹرشپ چھوڑ دی اور کالم

نہیں رکھتا، کہنے لگے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ نے ن لیگ اور پیپلز پارٹی دونوں کو رگڑا لگانا شروع کردیا ہے، میں سوچ میں پڑ گیا میں نے کہا ضیا بھائی اس ملک کا ٹوٹل

بلکہ ٹیکنیشن تھے، قلم سے لیکر کمپیوٹر تک مشین تک کی سمجھ منو بھائی، عباس اطہر صرف کری ایٹو لوگ تھے، ان کے اخبار کے فنانسر نے ہاتھ کھڑے کردیئے، ضیا شاہد آگئے کہ اب

صحافت کیساتھ کتابیں بھی لکھیں، محنت کے معاملہ میں ایک ہزار پر بھاری تھے

بات لکھی ہے کہ جرنلزم کی تاریخ ضیا شاہد کے نام کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی، انہوں نے صحافت میں جارحیت اور پرسنل ٹچ ''جہاں ظلم وہاں خبریں'' میں اس زمانے میں کہا کرتا تھا کل کیا ہوگا، لیکن خبریں اخبار کم اور ایک تحریک زیادہ لگتی ہے، اس میں ایک خاص طرح کی جارحیت تھی، محمد علی درانی جو پرویز مشرف کے وزیر اطلاعات تھے ان کے قریبی ہیں، میرے کالم کا مجموعہ آیا تو الحمرا میں پورا ہال بھرا ہوا تھا، ضیا شاہد سینئر تھے یہ آخر میں آئے،
انہوں نے کہا حسن نثار جو بندہ آرہا ہے تعریف کررہا ہے یہ جو کچھ لکھتا ہے اس کو چھاپنے کیلئے اس سے زیادہ حوصلہ چاہیے، جو میں نہیں کرتا ہوں ادھر آپ میں سے کسی کا دھیان نہیں گیا، شکوہ نہیں یہ بات انہوں نے ازراہ مذاق کہی۔

☆☆☆

خبریں سنڈے میگزین

ضیا شاہد عوام کی نبض پر ہاتھ رکھ کر لکھنے والے دانشور تھے

چودھری محمد سرور، گورنر پنجاب

اردو جرنلزم میں جدتیں لانے کا سہرا ضیا شاہد کے سر ہے جن کی خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے عوام کی نبض پر ہاتھ رکھ کر لکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کی رحلت کا ملک کے تمام طبقوں کو افسوس ہوا۔ ضیا صاحب حقیقی معنوں جدید صحافت کے بانی تھے اوران کی خدمات کا پورا ملک معترف ہے۔ اُنہوں نے ایک اخباری کارکن ہونے کے باوجود اپنی شب وروز کی محنت اور جدوجہد سے ایک ایسا ادارہ بنایا جس نے نہ صرف صحافت کے میدان میں اپنا لوہا منوایا بلکہ پورے ملک میں اُنہوں نے قلم کے مزدورں کو روزگار فراہم کیا۔ ضیا شاہد ایک اچھا ایڈیٹر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے منتظم بھی تھے اور اخبار کے تمام ادارتی اور ٹیکنیکل شعبوں پر اُنہیں پورا عبور حاصل تھا۔ خاص طور پر انہیں اپنی اس فیلڈ میں صحافی کے علاوہ ایک استاد کا درجہ بھی حاصل تھا۔ میری دعا ہے کہ اللہ پاک ان کے درجات بلند کرے۔ آمین۔ چودھری محمد سرور، گورنر پنجاب ☆☆☆

ضیا شاہد صحافت کے محسن تھے

سردار عثمان بزدار، وزیراعلیٰ پنجاب

بانی خبریں گروپ ضیا شاہد جدید صحافت کے بانی اور محسن تھے انہوں نے ایسی روایات کو متعارف کروایا جن کے بغیر آج صحافت میں آگے بڑھنا مشکل ہے ضیا شاہد نے جدید صحافت کو فروغ دینے کے لیے نوجوان صحافیوں کی جس طرح سے تربیت کی وہ بھی قابل تحسین ہے، ضیا شاہد نے خاص طور پر جنوبی پنجاب کے محروم طبقوں کو اُن کے حقوق دلوانے کے لئے بہت محنت کی اور جنوبی پنجاب کے عوام کی ترجمانی کرتے ہوئے انہیں الگ صوبہ دلوانے کے لئے بھی انتھک محنت کی، میں سمجھتا ہوں کے ضیا صاحب ایک صحافی ہی نہیں بلکہ ایک عوامی تحریک تھے، جنہوں نے عوام کو بہت کچھ دیا۔

ضیا شاہد کی پہچان کئی حوالوں سے ہے مگر اُن کا سب سے بڑا حوالہ یہ ہے کہ وہ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے دوست تھے۔ آپ نے صحافت کو عوام خدمت کا نہ صرف ذریعہ بنایا بلکہ مظلوم کو زبان بھی دی اوران کا یہ کارنامہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ سردار عثمان بزدار، وزیراعلیٰ پنجاب ☆☆☆

قومی شخصیات کا بانی خبریں (ضیا شاہد) کو شاندار خراج تحسین

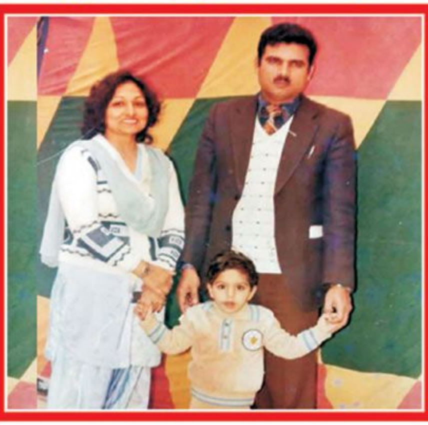

1982ء میں دو سالہ امتنان شاہد کا ہاتھ تھامے ضیا شاہد اور بیگم یاسمین شاہد شادی کی ایک تقریب میں

پاکستان میں ترکی کے سفیر تعزیتی پیغام

مصطفیٰ یردوکُل

محترم امتنان شاہد صاحب، مجھے آپ کے پیارے والد اور خبریں گروپ و چینل ۵ کے چیف ایگزیکٹیو ضیا شاہد کی رحلت کا سنکر دلی صدمہ ہوا۔ ان لمحات میں میری دلی ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالی مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اوران کے درجات بلند کرے۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو اور آپ کی فیملی کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ☆☆☆

ضیا شاہد نے جبر واستبداد کے خلاف آواز بلند کی

سید مراد علی شاہ، وزیراعلیٰ سندھ

خبریں گروپ کے بانی ضیا شاہد کی انسان دوستی بے مثال تھی۔ انہوں نے ہر دور میں جبر واستبداد کے خلاف جنگ کی اور اصولوں پر کبھی سمجھوتہ نہ کیا ان کی ساری زندگی مظلوموں کی خدمت سے عبارت رہی آپ ارادوہ کے اسقدر مضبوط تھے کہ کسی بھی قسم کا مافیا ان کے راستے کی دیوار نہ بن سکا۔ اللہ پاک ان کے درجات بلند کرے اور ان کے صاحبزادے کو ان کے عظیم مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ہمت عطا فرمائے۔ ☆☆☆

ضیا شاہد بڑے صحافی تھے: سعودی سفیر کا ٹویٹ کر کے اظہار تعزیت

نواف بن سعید المالکی

سعودی سفیر نواف بن سعید المالکی نے بانی خبریں گروپ ضیا شاہد کے انتقال پر اپنے ٹویٹر پیغام میں تعزیت اور گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا اہل خانہ اور صحافتی برادری کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا کرے۔ سعودی سفیر نے اپنے ٹویٹر پیغام میں کہا کہ ضیا صحافی اور بڑے کالم نگار تھے۔ ☆☆☆

پاکستان میں یمن کے سفیر کا تعزیتی پیغام

محمد موتحر الا اعسابی

آپکے والد محترم ضیا شاہد کی رحلت کی خبر میرے لیے بڑی افسوس ناک اور غم زدہ کر دینے والی ہے۔ ضیا صاحب نہ صرف خبریں اخبار کے چیف ایگزیکٹو تھے بلکہ وہ ایک عظیم نظریات قلمکار بھی تھے جو صحافتی دنیا کا بہت بڑا نقصان ہے، ان کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھے جائے گا۔ اس موقع پر میں آپ اور آپکی فیملی کے دکھ میں برابر کا شریک

ضیا شاہد کی جرات مندی کو سلام

جام کمال، وزیراعلیٰ بلوچستان

جہاں ظلم وہاں خبریں ضیا شاہد کا نعرہ تھا جس سے بڑے بڑے ظالم جاگیر اور چودھری بھی خوفزدہ ہو گئے، ضیا شاہد ان ظالموں کے سامنے بھی نہ جھکے جن کے سامنے بعض اوقات حکومتوں کو بھی جھکنا پڑ جاتا ہے۔ بلاشبہ وہ ایک بہادر اور دلیر انسان اور جرات مند اخبار نویس تھے جنہوں نے اپنی ترقی کی [illegible] پر رکھی۔ اللہ پاک انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اوران کے درجات بلند کرے۔ [illegible] ☆☆☆

میں تو ضیا شاہد کو بابائے صحافت ہی کہوں گا

محمود خان، وزیراعلیٰ کے۔پی۔کے

محترم ضیا شاہد کا کوئی ثانی نہیں تھا وہ علم کی درسگاہ اور ایک روشن ستارہ تھے پاکستان کی صحافتی تاریخ میں ان کا نام سرفہرست رہے گا اور آنے والی نسلیں ان پر ناز کریں گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے نہ صرف ایڈیٹر کے طور پر بلکہ استاد کے طور پر بھی بہت سی خدمات سرانجام دیں۔ بلاشبہ ایسے لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ میری [illegible] ☆☆☆

چند کلیوں پر قناعت نہ کی، گلشن کی تزئین و آرائش چاہتے اور کر دکھائی

ضیا شاہد

مرکر جو امر ہو جاتے ہیں

بلاتکان کام کرتے، تھکاوٹ ان کو نہیں ہوتی تھی، مجیب الرحمٰن شامی

مجیب الرحمٰن شامی

ایڈیٹرانچیف روزنامہ پاکستان

سینئر صحافی و چیف ایڈیٹر روزنامہ پاکستان مجیب الرحمان شامی نے بانی خبریں گروپ مرحوم ضیا شاہد کیساتھ تعلق کے حوالے سے اپنی یادیں خبریں اور چینل فائیو سے شیئر کرتے ہوئے کہا'' یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں'' 1969ء میں ادارہ اردو ڈائجسٹ نے ہفت روزہ زندگی کی اشاعت کا فیصلہ کیا اور اس ہفت روزے کی ادارت کے حوالے سے مجھ سے رابطہ کیا گیا، میں اس وقت کراچی میں ادارہ جنگ سے وابستہ تھا اور ہفت روزہ اخبار جہاں میں فرائض ادا کر رہا تھا، میں نے حامی بھر لی، جب میں لاہور پہنچا تو ستمبر1969ء میں ہفت روزہ زندگی نے اپنی اشاعت کا آغاز کیا، اسی چھت تلے ، اسی دفتر سے ماہنامہ اردو ڈائجسٹ شائع ہوتا تھا، جسکے چیف ایڈیٹر الطاف قریشی تھے اور اسکے مشیر معاون ہمارے ضیا شاہد تھے، میں ہفت روزہ زندگی کا ایڈیٹر انچارج تھا وہاں ضیا شاہد سے میرا تعارف ہوا، ہم ایک ہی دفتر میں کام کرتے، صبح سے شام تک اکٹھے رہتے

''جہاں ظلم وہاں خبریں'' کا نعرہ مظلوموں کی آواز بن گیا، ادارہ بھی ترقی کرتا گیا

، انکا دفتر نچلی منزل پر تھا اور ہمارا دفتر بالائی منزل پر، لیکن ہم وہاں ایک خاندان کے افراد کی طرح ملتے، بیٹھتے، گپ لگاتے اور چائے پیتے، کھانا ساتھ کھاتے ، دفتر کے سینئر ارکان کے درمیان جو رابطہ ہوسکتا ہے میرا وہ رابطہ انکے ساتھ تھا، محبت و احترام کا قائم ہونے والا تعلق آخری دم تک قائم رہا، چھوٹے موٹے اختلافات بھی ہوتے رہے ، شکر رنجیاں بھی ، ایکدوسرے سے کچھ دوری بھی ہوئی لیکن دل کا تعلق ختم نہ ہوا، وہیں کا وہیں رہا، جب بھی وہ ملتے اسی طرح ملتے، جب بھی مجھے یا انہیں ضرورت ہوتی ہم بلاتکلف ایکدوسرے سے رابطہ کرتے اور کوشش ہوتی کہ ایکدوسرے کے جس حد تک کام آسکتے ہیں آئیں، بھٹو دور میں مارشل لاء کے تحت کارروائی ہوئی تو مجھے گرفتار کرلیا گیا اور سزا ہوئی، اس وقت ضیا شاہد اردو ڈائجسٹ کو سنبھالے ہوئے تھے، اسکے بعد انہوں نے ادارہ چھوڑ کر اپنے ادارے کی بنیاد رکھی ہفت روزہ کہانی کا افتتاح اور پھر صحافت کا اجراء کیا، اپنا ایک پرنٹنگ پریس لگایا اور اپنا ایک ادارہ بنانے کی کوشش کی اور اس میں کامیابی حاصل کی، ائیر مارشل اصغر خان کی قربت بھی انکو نصیب تھی، حنیف رامے سے بھی انکی دوستی تھی، وہ بڑے سرگرم شخص تھے ، کچھ کرنا چاہتے ، آگے بڑھنا چاہتے تھے۔

وہ چند کلیوں پر قناعت کرنے والے نہیں تھے وہ گلشن سے بہت کچھ حاصل کرکے اسکی تزئین و آرائش کرنا چاہتے تھے اور انہوں نے یہ کرکے بھی دکھایا، ایک کارکن کے طور پر انہوں نے اپنے ادارے بنائے اور چلائے، پھر وہ روزنامہ صحافت کی طرف آئے، نوائے وقت اور پھر روزنامہ جنگ سے وابستہ ہوئے ، جب روزنامہ جنگ لاہور کا آغاز ہوا تو اسکے فورم کے انچارج بن کر محنت کی مثال قائم کردی، وہ کئی گھنٹے بلاتکان کام کرتے تھے، تھکاوٹ انکو نہیں ہوتی تھی، وہ ورک الکحلک تھے، صبح سے شام تک کام کرتے اور پھر یہ ہوا کہ وہ ہفت روزہ صحافت سے نکل کر روزنامہ صحافت میں آئے انکا دائرہ تعلق و دائرہ تعارف وسیع ہوا، جنگ میں انکی شہرت پھر دور دور تک پھیلی اور پھر وہ روزنامہ پاکستان کے چیف ایڈیٹر مقرر ہوگئے، اکبر علی بھٹی نے جب اس روزنامے کا اجراء کیا تو انکے ساتھ ملکر ہی اسکا خواب دیکھا ، اسکا نام رکھا اور اسکا آغاز ہوا، اس وقت عراق جنگ ہورہی تھی، خلیج کا مسئلہ تھا تو روزنامہ پاکستان ایکدم مطلع صحافت پر چھا گیا، اسکی اشاعت میں بے حد اضافہ ہوا اور وہ بڑے اخباروں میں شامل ہوا، توقع یہ کی جارہی تھی کہ بہت جلد وہ اپنی اشاعت کے اعتبار سے پہلے نمبر کا اخبار ہوگا لیکن پھر کچھ اختلافات پیدا ہوئے اور ضیا شاہد نے علیحدگی اختیار کرلی،

روزنامہ پاکستان کے چیف ایڈیٹر بنے تو انہوں نے مجھ سے بہت اصرار کیا کہ میں کالم شروع کروں، میں نے انکے اصرار پر کچھ عرصہ روزنامہ پاکستان میں کالم لکھا ، جسکا کریڈٹ ضیا شاہد کو ہی دوں گا، ضیا شاہد نے جب روزنامہ خبریں کا پروگرام بنایا تو انکی بڑی کوشش اور خواہش تھی کہ میں بھی انکے ساتھ شریک ہوجاؤں، خوشنود علی خان بھی میرے پاس تھا مگر اسکے لیے وسائل اکٹھے کرنا تھے، بنیاد سے نئی دنیا تعمیر کرنا تھی لیکن میں نے مناسب نہیں سمجھا، میں نے کہا میری دعائیں آپکے ساتھ ہیں اور میں اپنے راستے پر سفر کرنا چاہتا ہوں، آپکا ادارہ آپکو مبارک ،ہم نے دیکھا کہ ضیا شاہد سے اختلاف کرنے والے اور ان پر تنقید کرنے والے بھی بہت تھے لیکن اسکا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے اپنی محنت اور ہمت کے بل پر پھر ادارہ کھڑا کرکے دکھادیا اور اسے آسمان تک لے گئے، جہاں ظلم وہاں خبریں کے نعرہ سے ایک نیا روپ متعارف کرایا اور مظلوموں کی آواز بن گئے، وہ بے خوف شخص تھے، کسی سے ڈرتے نہیں تھے بلکہ ڈرانے کی صلاحیت رکھتے تھے، اس صلاحیت سے بعض اوقات شکایات بھی پیدا ہوتی تھیں مگر وہ اپنی دھن کے پکے تھے، انہوں نے ادارے کو آگے بڑھایا اور پھر ایک نیوز چینل کی بنیاد رکھی اس سے پہلے ایک انگریزی روزنامے کا آغاز کیا اور اپنے بیٹے عدنان شاہد مرحوم کے سپرد کیا، عدنان شاہد بڑے خاموش طبع، ہونہار نوجوان تھے، لگن اور محنت کے پکے تھے مگر افسوس عین

نڈر، بے خوف تھے، کسی سے ڈرتے نہیں تھے بلکہ ڈرانے کی صلاحیت رکھتے

عالم شباب میں وہ دنیا سے رخصت ہوگئے، ضیا شاہد کو اسکے بعد عرصے سے متعدد حوادث لاحق ہوئے لیکن وہ انکا مقابلہ کرتے رہے، معاشی و دیگر مشکلات کا سامنا کیا، بیٹے کی موت کا صدمہ برداشت کیا لیکن ہمت ہارے بغیر آگے بڑھتے رہے، صبح سے شام تک کام کرتے ، کام ، کام ، کام اور کام ، قائداعظم سے انہوں نے یہ بات سیکھی تھی اور اپنے پلے باندھ لی تھی۔

ضیا شاہد آل راؤنڈر تھے، وہ بڑے اچھے مترجم تھے، انکے ترجمے اردو ڈائجسٹ میں چھپے، آج بھی انکو ادب کا نمونہ اور شاہکار سمجھا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے ترجمے کو تخلیقی شان عطا کی تھی، اسکے بعد انہوں نے فیچر رائٹنگ کی، مضامین لکھے، تجزیے لکھے، جب خبریں شائع کیا تو پہلے پہل اس میں اداریہ نہیں ہوتا تھا صرف خبریں ہوتی تھیں لیکن پھر اداریہ بھی شامل کیا گیا، ضیا شاہد کہتے تھے کہ اخبار میں صرف خبریں ہونی چاہئیں، ضیا شاہد کالم نگار بھی تھے، تاریخ پر انکی نظر تھی، انہوں نے کتابیں لکھیں، قائداعظم سے انہیں بہت محبت تھی انہیں آئیڈیلائز کرتے تھے اور ان پر لکھا بھی، پنجاب کے مسائل پر ضیا شاہد کی خاص نظر تھی، پنجاب کی مشکلات، مسائل پر انہوں نے بہت توجہ دی، ملتان میں انہوں نے جو اخبار نکالا اسکے مقابلے میں کوئی اخبار ٹھہرتا نہیں، انکو ہر وقت کچھ نہ کچھ کرنے کی دھن سمائی رہتی تھی، وہ بیتاب شخص تھے، آخری وقت تک کام کرتے رہے جیسا کہ جگر مرادآبادی نے کہا تھا کہ'' جان دے ہی دی جگر نے آج پائے یار پر،، عمر بھر کی بے قراری کو قرار آہی گیا''، بس موت نے انکو قرار دیا ہے، اسکے بغیر انکو قرار نہیں تھا، وہ اے پی این ایس، سی پی این ای کے عہدیدار رہے، سی پی این ای کے صدر کا جب انہوں نے انتخاب لڑا اور کہا کہ میں صدر بننا چاہتا ہوں تو میں انکے ساتھ کھڑا ہوگیا، پھر ہم نے دن رات محنت کرکے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ضیا شاہد کی سنیارٹی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم انہیں اتفاق رائے سے صدر منتخب کریں پھر انہیں دوسری مرتبہ صدر منتخب کیا گیا، ہمارے دوست جمیل اطہر نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا، میری منت سماجت پر وہ منتخب ہوکر دستبردار ہوگئے اور ضیا شاہد کو کرسی سونپ دی، انکی صحت بھی خراب تھی، ضیا شاہد نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اپنی زندگی میں اس ایک منصب کو حاصل کروں، یہ کوئی سرکاری منصب نہیں مدیروں کی تنظیم تھی ، مدیروں کی تنظیم کا سربراہ ہونا بڑے اعزاز کی بات تھی اور ہم نے ان کو یہ اعزاز پیش کیا، ضیا شاہد کو سیاست

تحریک انصاف کے بانیوں میں سے تھے لیکن پارٹی تب صرف سیاسی تحریک تھی

میں حصہ لینے کی خواہش بھی تھی، وہ مسلم لیگ ن میں شامل ہوگئے، ائیر مارشل اصغر خان کے قریب بھی آئے پھر تحریک انصاف کی بنیاد رکھنے والوں میں ضیا شاہد شامل تھے، میں اور ضیا شاہد تحریک انصاف کے بانیوں میں سے تھے لیکن تحریک انصاف اس وقت سیاسی جماعت نہیں بلکہ گروپ اور تحریک تھی جس میں تمام سیاسی جماعتوں کے لوگ شامل ہوسکتے تھے، جب عمران خان نے اسے جماعت بنایا تو میں اس سے الگ ہوگیا اگرچہ

عدنان شاہد کے انتقال کے بعد بھی متعدد حوادث آئے لیکن وہ ہمت نہ ہارے

ان سے احترام و محبت کا رشتہ قائم رہا، ضیا شاہد جہاں بیٹھتے انہیں محسوس کیا جاتا تھا، وہ اپنی رائے کا اظہار کرسکتے تھے، گھبراتے اور ڈرتے نہیں تھے اپنی بات بے دھڑک کہہ دیتے تھے، خواہ وزیراعظم ہو، خواہ صدر، وہ ذاتی تعلقات کو بھی رکاوٹ نہیں بننے دیتے تھے، وہ دوستوں کے دوست تھے، جب انکے پاس کسی مسئلے کیلئے جاتے تو وہ سراپا تعاون بن جاتے اور دوستی کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے، انکی دوستی باعث عزت تھی اور ہمیں اللہ نے اس عزت سے استفادہ حاصل کرنے کا جی بھر کر موقع دیا اور آخر دم تک انکے ساتھ یہ تعلق قائم رہا، میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ وہ اچانک یوں رخصت ہوجائیں گے، لگتا تھا کہ وہ ہمیشہ ہمارے درمیان رہیں گے، زندہ رہیں گے اور آج بھی میں انکو اپنے اردگرد اٹھتے ، بیٹھتے ، سوچتے ہوئے دیکھتا ہوں اور وہ مجھے اپنے پاس محسوس ہوتے ہیں،'' اے غائب از نظر کہ شدی ہم نشین دل''، میں تو بس دعا کرتا ہوں اور انہیں ساتھ دیکھ رہا ہوں۔

☆☆☆

سابق نگران وزیراعظم معراج خالد کے ساتھ.....1993ء

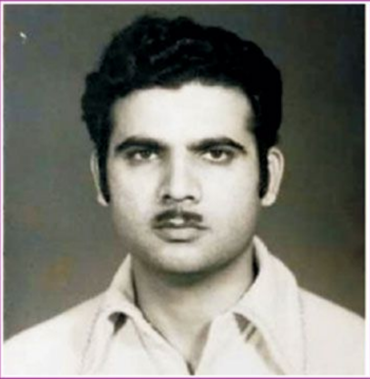

1980ء
نوجوان ریذیڈنٹ ایڈیٹر روزنامہ نوائے وقت کراچی
ضیا شاہد کی آفس فائل میں لگی ایک تصویر

سہیل وڑائچ

اینکر پرسن، کالم نگار

ضیا شاہد نے اپنی محنت، قابلیت سے اخباری صنعت میں سکہ جمایا

ہمیشہ چھوٹے صوبوں کے حقوق کی بات کی

آپ ورکنگ جرنلسٹوں میں پہلے آدمی تھے جنہوں نے اپنا اخبار نکالا

معروف صحافی سہیل وڑائچ نے کہا ہے کہ ضیا شاہد ہمارے سینئر تھے ان سے بہت کچھ سیکھا۔ انہوں نے اپنی محنت اور قابلیت سے اخباری دنیا میں سکہ جمایا۔ ان کی تحریر میں بیبا کی اور نڈر پن تھا۔ ضیا شاہد ورکنگ جرنلسٹوں میں پہلے آدمی تھے جنہوں نے اپنا اخبار نکالا اور نت نئے خیالات سے اسے بام عروج تک پہنچایا۔ ”جہاں ظلم وہاں خبریں“ کا مقصد ظالموں کے ہاتھوں ستائے غریب اور نادار لوگوں کی مدد کرنا تھا۔ ضیا شاہد نے پنجابی زبان، زراعت اور چھوٹے صوبوں کے حقوق کیلئے ہمیشہ اہم کردار ادا کیا۔ ان اہم ایشوز کو اپنے اخبارات اور چینل میں ہمیشہ نمایاں جگہ دی۔ وہ ایک بڑے صحافی تھے جن کی خدمات کا تا دیر ذکر رہے گا۔ بیورو چیف نیویارک محسن ظہیر نے کہا کہ ضیا شاہد کے انتقال سے شعبہ صحافت میں ایک ایسا خلا پیدا ہوا ہے جو مدت تک پورا نہ ہو سکے گا۔ بلاشبہ وہ ایک بڑے صحافی تھے، ہمارے لیے استاد اور بزرگ کی طرح تھے۔ میرا ان سے تین دہائیوں سے زیادہ عرصے سے تعلق رہا۔

کرونا نے جب سے دنیا کو لپیٹ میں لیا وہ اس بارے مجھ سے فون پر گھنٹوں گفتگو کرتے اور پھر اپنے کالموں کے ذریعے قارئین کو اس موذی وبا کے بارے میں حقائق سے آگاہ کرتے تھے۔ وہ ایک ایسے ادارے کا درجہ رکھتے تھے جس نے شعبہ صحافت کو بڑے بڑے اور نامور صحافی دیئے۔ سینئر تجزیہ کار حامد ولید نے کہا کہ ضیا شاہد ایک نڈر، بے باک، ذہین، تخلیقی صلاحیتوں سے مالا مال، کبھی ظلم کے آگے نہ جھکنے والی شخصیت تھے۔ ان کی وفات سے صحافت کا ایک باب بند ہو گیا ہے۔ نئے آنے والے باصلاحیت نوجوان صحافیوں کیلئے ان کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے تھے۔ انہوں نے صحافت کو مشن کے ساتھ ساتھ ایک انڈسٹری کا درجہ دیا۔

شعبہ صحافت کو ضیا شاہد نے بڑے اور نامور صحافی دیئے جو مختلف بڑے اداروں میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ضیا شاہد مظلوم اور ظالم کے درمیان ایک دیوار کی طرح کھڑے ہو جاتے تھے۔ بلاشبہ ان کو کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے عام آدمی کیلئے شعبہ صحافت کے دروازے کھول دیئے وہ پارس کی طرح تھے کہ جو ان کو چھوتا تھا سونے کا ہو جاتا تھا۔

☆☆☆

وزیراعظم ہاؤس میں امتنان شاہد کیساتھ وزیراعظم شوکت عزیز کو اپنی کتاب پیش کرتے ہوئے......2004ء

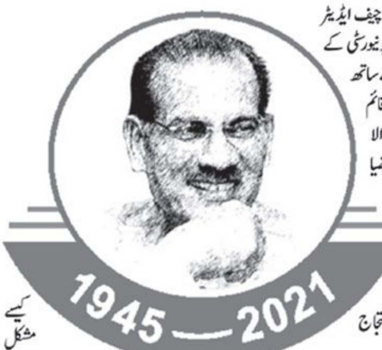

عطاالحق قاسمی

معروف کالم نگار

ضیا شاہد نے اپنی محنت سے کامیابیاں سمیٹیں

ہم دونوں نے سیاسی سفر بھی اکٹھے کیا

میری طرح ضیا صاحب بھی ہنسنے ہنسانے والے انسان تھے

معروف کالم نگار اور ادیب عطاء الحق قاسمی نے کہا ہے کہ ضیا شاہد سے میرا بہت پرانا تعلق تھا، وہ میرے یونیورسٹی فیلو تھے، وہ یونیورسٹی میگزین کے چیف ایڈیٹر تھے اور میں ایڈیٹر تھا، یونیورسٹی کے بعد بھی ان سے تواتر کے ساتھ تعلق رہا جو آخری دم تک قائم رہا، میں خود ہنسنے کھیلنے والا آدمی ہوں، یہی معاملہ ضیا شاہد کا بھی تھا، وہ بڑی مزے کی گفتگو کرتے اور ہنستے رہتے تھے، ہم دونوں نے سیاسی سفر بھی اکٹھے کیا، ایک بار نواز شریف پی پی دور میں صدر فاروق لغاری کیخلاف احتجاج کرنے کیلئے بس لیکر گئے تو ہم بھی ساتھ تھے، مظفر گڑھ کے قریب بس پر پتھراؤ شروع ہوگیا، ایک پتھر میرے ساتھ بیٹھے ہوئے پرویز رشید کو لگا، نواز شریف کو جتنا میں جانتا ہوں وہ بھولے لگتے ضرور ہیں تاہم جو انہیں بھولا سمجھتے ہیں وہ اصل میں خود بھولے ہیں۔ ضیا شاہد کی زندگی سب کیلئے ایک مثال ہے، انہوں نے ساری عمر سخت محنت کی اور کامیابیاں سمیٹیں۔ انہوں نے صحافت میں مقام بنانے کے لیے کیسے کیسے مشکل حالات کا مقابلہ کیا اور منزل پانے کے لیے کیسی جدوجہد کی یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

خبریں کے بانی نے ہمیشہ حق وانصاف کی بات کی

سراج الحق، امیر جماعت اسلامی

جناب ضیا شاہد کے انتقال سے بیباک صحافت کے ایک عہد کا اختتام ہوا۔ انہوں نے اپنی پچاس سالہ بے داغ صحافت میں غریب کی آواز حکومتی ایوانوں میں پہنچانے کے لیے بہت کچھ کیا۔ جماعت اسلامی سے انہیں خاصا لگاؤ تھا اور انہوں نے اپنے اخبار کے ذریعے جماعت کے منشور، خدمات اور نظریات کو عوام تک پہنچانے میں کلیدی رول ادا کیا۔

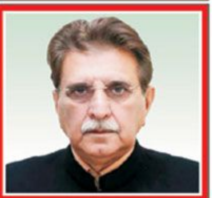

عوامی سوچ رکھنے والے ضیا شاہد کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا

راجہ فاروق حیدر، وزیراعظم آزاد کشمیر

بانی خبریں ضیا شاہد نے اپنی پچاس سالہ صحافت میں صرف اور صرف مظلوم عوام کی آواز اقتدار کے ایوانوں تک نہ صرف پہنچائی بلکہ ان کے مسائل بھی حل کروائے۔ وہ حقیقی معنوں میں عوام دوست تھے خاص طور پر اپنے صحافی دوستوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کی تحریریں عوام کے جذبات کی عکاس تھیں۔ ☆☆☆

ضیا شاہد نے قلم کو عبادت سمجھ کر استعمال کیا

سردار مسعود خان، صدر آزاد کشمیر

خبریں گروپ کے چیف ایگزیکٹو جناب ضیا شاہد ایک بے مثال اور بلند کردار صحافی تھے جنہوں نے قلم کو عبادت سمجھ کر استعمال کیا اور غریب کی آواز بنکر اس کے بہت سے مسائل حل کروائے، ان جیسی دبنگ اور بے باک صحافت اور کسی نے نہیں کی۔ ان کی تحریریں اور بے لاگ تبصرے ایوان اقتدار میں بیٹھنے والوں کا قبلہ بھی درست کر دیا کرتے تھے۔

ضیا شاہد نے بیرون ملک پاکستان کا امیج بلند کیا

افتخار رشید، صدر ایسوسی ایشن آف فارمر انسپکٹرز جنرل آف پولیس

خبریں گروپ آف نیوز پیپرز کے چیف ایگزیکٹو ضیا شاہد ایک نہایت دلیر، نڈر اور بہادر انسان تھے۔ آپ ہمت اور عزم کی روشن مثال تھے۔ آپ کا پورا صحافتی کیریئر جرائم کے خلاف ایک جہد مسلسل تھا۔ ضیا صاحب اپنی جان کی پروا کیے بغیر ظالموں کے خلاف کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ ان کی رحلت سے پاکستان ایک عظیم صحافی اور دانشور سے محروم ہو گیا۔ ☆☆☆

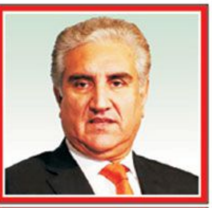

ضیا شاہد نے جنوبی پنجاب کے لوگوں کیلئے بہت کچھ کیا

وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی

مجھے خبریں گروپ کے چیف ایگزیکٹو اور ایک بڑے دانشور ضیا شاہد کی رحلت کا سن کر بے حد دکھ ہوا وہ اپنے ذات میں ایک ادارہ اور ایک انجمن تھے وہ نہ صرف جدید صحافت کے بانی تھے۔ انہوں نے اس ملک کے عوام کے حقیقی مسائل کو اجاگر کیا۔ خاص طور پر جنوبی پنجاب کے محروم طبقوں کی انہیں بہت زیادہ فکر رہتی تھی اور اس کیلئے عملی طور پر بھی انہوں نے بہت کچھ کیا۔

ضیا صاحب نے ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیا

فردوس عاشق اعوان

صحافت کے بانی اور قائد کی خدمات بے مثال ہیں، ظالم کے مقابلے میں ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیا۔ ان کے انتقال سے شعبہ صحافت میں جو خلا پیدا ہوا ہے مجھے یقین ہے کہ انکے صاحبزادے امتنان جلد ہی وہ خلا پر کر لیں گے کیونکہ وہ ایک باصلاحیت اور اپنے باپ کی طرح باہمت انسان ہیں۔ ☆☆☆

ضیا صاحب سے دبنگ کوئی قلمکار نہیں دیکھا

شیخ رشید

روزنامہ خبریں کے بانی صحافت کی ایک تاریخ ہیں انہوں نے اپنے قلم سے خلق خدا کے لیے جہاد کیا اور ان کی تحریروں سے عوام کو ہمیشہ ریلیف ملا۔ وہ صرف الفاظ کے جادوگر ہی نہیں تھے بلکہ لوگوں کے درمیان جا کر ان کے مسائل حل کرواتے تھے ان جیسا کوئی اور دبنگ صحافی نہیں دیکھا اللہ پاک ان کے درجات بلند کرے ☆☆☆

فلاحی کام کرنیوالی تنظیموں کی سرپرستی کی

ابرار الحق، سیاستدان و گلوکار

جس طرح کرکٹ کا سفر جو پہلے پانچ روزہ ٹیسٹ ہوا کرتا تھا ٹونٹی ٹونٹی پر آ گیا اسی طرح ضیا شاہد صاحب نے صحافت کے میدان میں بھی اپنی جدت اور انفرادیت سے بہت دلچسپی پیدا کی اس وجہ سے ہر چیز تیزی سے ہونے لگی خاص طور پر انہوں نے چیریٹی کرنے والی تنظیموں کی بہت سپورٹ کی۔ ☆☆☆

عمران خان نے ضیا شاہد کے مشورے اور تجویز پر سیاسی جماعت کی بنیاد رکھی

ضیا شاہد واحد صحافی جنہیں عوام نے توقیر دی

کالا باغ ڈیم پر 1988ء میں قومی ڈائیلاگ کر کے صوبوں کو قریب لائے، حامد میر

حامد میر
کالم نگار، اینکر پرسن

سینئر صحافی و اینکر پرسن حامد میر نے اپنی یادیں کریدتے ہوئے بتایا ضیا شاہد سے جب میری پہلی ملاقات ہوئی تو اس وقت وہ پاکستان کے ایک سینئر صحافی تھے اور میں نوجوان جس نے ابھی صحافت میں قدم رکھا تھا اور میں نے صحافت کے میدان میں قدم رکھنے سے پہلے انکے بارے بہت کچھ سنا تھا، جب وہ جنگ لاہور میں ڈپٹی ریذیڈنٹ ایڈیٹر تھے اور بعد میں ریذیڈنٹ ایڈیٹر میگزین بنے تو اس زمانے میں 1987ء، 88ء میں میری پہلی بار ان سے جنگ لاہور میں ملاقات ہوئی، ضیا شاہد کی شخصیت کے بہت سے پہلو ہیں مگر بطور صحافی مجھ سمیت ان سے بہت سے لوگوں نے بہت کچھ سیکھا، سب سے اہم بات یہ ہے کہ ضیا شاہد جب جنگ لاہور میں کام کر رہے تھے تو وہ ہم سے بہت

بچپن میں امتنان شاہد بیمار ہوئے تو "مونٹو او مونٹو" کالم 25 منٹ میں لکھا

سینئر تھے اور ہمارا انکے ساتھ سیاسی اختلاف تھا، ضیا شاہد کھلے عام جنرل ضیاالحق کی حمائت کرتے تھے اور میرے جونیئر ہوتے ہوئے وہ جانتے تھے کہ میں ضیاالحق کا بڑا ناقد ہوں اور انکو پسند نہیں کرتا، ضیا شاہد نے سینئر ہونے کے باوجود کبھی میرے اختلاف رائے پر غصے کا اظہار نہیں کیا، 17 اگست 1988ء کو جب ضیاالحق کا طیارہ حادثے کا شکار ہوگیا تو اس وقت میگزین میں شاہد محمود انکے ماتحت تھے، ضیا شاہد نے ان سے کہا کہ فوری طور پر جنرل ضیا پر ایک سپیشل ایڈیشن نکالیں اور کہا کہ حامد میر سے بھی ایک آرٹیکل لکھوائیں حالانکہ وہ جانتے تھے کہ میں انکا ناقد ہوں، یہ ایسا واقعہ تھا جس سے ضیا شاہد کی عزت میری نظر میں اور زیادہ بڑھ گئی، اسکے بعد ہم نے جنگ میں کافی سال اکٹھے کام کیا، ایک زمانہ ایسا بھی آیا جب میں آف ڈے میگزین کا پروڈکشن انچارج تھا اور ضیا شاہد اس میں جمعہ بخیر کے نام سے کالم لکھتے تھے، ضیا شاہد کی کوشش ہوتی تھی کہ انکا کالم تازہ ترین ہو، میگزین کی کاپی بدھ کے روز پریس میں جاتی تھی اور جمعہ کو مارکیٹ میں آتا تھا، اس وقت امتنان شاہد بہت چھوٹے تھے، ایک مرتبہ وہ بیمار ہوگئے اور ہسپتال میں داخل تھے تو ضیا شاہد تمام رات ہسپتال میں رہے اور صبح جب وہ دفتر آئے تو میں نے انکے کالم کی جگہ چھوڑی ہوئی تھی، میں نے انہیں بتایا تو انہوں نے مجھ سے 20 سے 25 منٹ مانگے، میں نے کہا سر آپ اتنے کم وقت میں کالم کیسے لکھ سکتے ہیں، ضیا شاہد نے مجھے 20 سے 25 میں کالم دیا جسکا عنوان مجھے آج تک یاد ہے، "مونٹو او مونٹو" مونٹو شاید وہ بچپن میں امتنان شاہد کو پیار سے بچپن میں کہا کرتے تھے، میں نے وہ کالم فوری کمپوز کرایا اور جب وہ کالم چھپا تو بڑا ہٹ ہوا، میں جب لوگوں کو بتاتا تھا کہ یہ ضیا شاہد نے 20 منٹ میں کالم لکھا ہے تو لوگ یقین نہیں کرتے تھے۔

میں نے ان سے بطور پروڈکشن انچارج بہت کچھ سیکھا، وہ مجھ سے لوگوں کے انٹرویوز کراتے، فیچرز میرے حوالے کر کے کہتے کہ انکی سرخیاں نکالیں، پھر انہوں نے مجھے سرخیاں نکالنے کی تکنیک بتائی کہ ایک قینچی ہونی چاہئے، میگزین اور نیوز کی سرخی میں فرق بتایا، فرنٹ پیج کی سرخیوں میں فرق بتایا کہ میگزین کی سرخی مبہم ہونی چاہئے، ااس میں سوالیہ انداز ہونا چاہئے تا کہ قاری ہیڈ لائن دیکھ کر نیچے جا کر اسکا جواب پڑھے، پہلے اور آخری صفحے کی سرخیوں میں

جنگ، نوائے وقت، ڈان اخبار خاندانی میراث، خبریں ذاتی محنت کا شاخسانہ

خبر کا لب لباب واضح کرنا ہوتا ہے، بطور نوجوان صحافی میں نے زیادہ عرصہ ضیا شاہد کیساتھ کام نہیں کیا مگر جتنا کام کیا اس میں تمام تر سیاسی اختلاف کے باوجود عزت و احترام کا رشتہ برقرار رہا اور ہم نے ان سے بہت کچھ سیکھا، وہ جنگ چھوڑ کر چلے گئے اور انہوں نے پاکستان اخبار نکال کر بڑی کامیابی حاصل کی، اسکے بعد انہوں نے خبریں اخبار نکالا جو پاکستان کی صحافت میں انکا نیا آئیڈیا تھا جس میں انہوں نے سینکڑوں، ہزاروں لوگوں کو شیئر ہولڈر بنایا، ان سے تھوڑی تھوڑی رقم اکٹھی کر کے انہوں نے ایک اخبار نکالا جو کامیابی سے ہمکنار ہوا، ضیا شاہد کی جو بات انہیں باقی میڈیا گروپس سے منفرد کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جنگ، نوائے وقت اور ڈان اخبار خاندانی میراث ہیں، انکے مالکان کا خاندانی پس منظر ایسا تھا کہ انہیں ورثے میں اخبار اور پوری انتظامیہ ملی، ضیا شاہد نے ہفت روزہ اخبار سے شروع کیا اور بہت سے ہفت روزہ نکالے،

ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں انکو جیل کی ہوا بھی کھانی پڑی، جنرل ضیا دور میں وہ مختلف اخباروں میں کام کرتے رہے اور پھر اپنا بھی اخبار نکالا۔ ضیا شاہد کی جدوجہد کی کہانی یہ ہے کہ کامیابی حاصل کرنے کے لیے لمبی جدوجہد کرنی

صحافت کو ڈرائینگ روم سے نکال کر غریبوں کی بیٹھک، چوک چوراہے میں لے کر گئے

پڑتی ہے پھر ہی آپ ضیا شاہد بنتے ہیں، ضیا شاہد نے نوجوان صحافیوں کی اپنے ادارے کے ذریعے ایک کھیپ تیار کی اور انہیں ٹرینڈ بھی کیا، انہوں نے بہت سے کالم نگاروں کو متعارف کرایا ہے، ضیا شاہد اے پی این ایس، سی پی این ای کی سیاست میں بھی بہت متحرک رہے لیکن وہ بنیادی طور پر ایک کارکن صحافی تھی، وہ ایک اخبار کے مالک بھی بنے اپنی محنت سے سلطنت بھی کھڑی کر لی لیکن انکا رویہ ہمیشہ ایک کارکن کا رویہ ہی رہا، انکی عاجزی برقرار رہی، وہ بڑے مزاج شناس اور مردم شناس تھے، وہ اندازہ لگا لیتے کہ یہ لڑکا اچھا رپورٹر بن سکتا ہے، فیچر رائیٹر بن سکتا ہے یا کالم نگار بن سکتا ہے،

میں ایسے بہت سے لوگوں کو جانتا ہوں کوئی رپورٹر تھا تو ضیا شاہد نے اسے رپورٹنگ چھوڑ کر کالم لکھنے کا مشورہ دیا، کوئی کالم نگار بننے کی کوشش کر رہا ہے تو ضیا شاہد بڑے پیار سے اسے کہتے کاکا زبردستی کالم نگار بننے کی کوشش نہ کر، تیرا کم رپورٹنگ اے، تو رپورٹنگ ای کریا کر، ضیا شاہد ورکرز کو کاکا کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے جس میں بڑا پیار چھپا ہوتا تھا، عدنان شاہد اس وقت گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھا کرتے تھے اور کالج سے فری ہو کر جنگ اخبار لاہور کے دفتر آجایا کرتے تھے، جہاں ضیا شاہد، عدنان شاہد کو چھوٹی چھوٹی چیزیں بتایا کرتے، کبھی انہیں میرے حوالے کر دیتے کہ انہیں بتائیں کہ آف ڈے میگزین کی پروڈکشن کس طرح کی جاتی ہے، انہوں نے عدنان شاہد کو بچپن سے ہی ٹریننگ دینا شروع کر دی تھی ضیا شاہد نے پاکستان کی صحافت کو امیروں کے ڈرائینگ روم سے نکال کر غریبوں کی بیٹھک، چوک اور چوراہے میں لے کر گئے، پہلے پاکستان کی صحافت کراچی اور لاہور تک محدود تھی، ضیا شاہد اس صحافت کو جنوبی پنجاب کے دور دراز علاقوں تک لے گئے جو انکا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔

1994ء میں جنگ میں میرا آرٹیکل چھپا اور مجھے نوکری سے نکال دیا گیا تو میں پاکستان اخبار میں گیا، اس وقت ضیا شاہد پاکستان اخبار چھوڑ کر خبریں شروع کر چکے تھے، مگر اس اخبار کے مالک اکبر بھٹی نے مجھے کہا کہ "بئی ایہہ اخبار ضیا شاہد نے شروع کیتا سی، پر ہن تک کسے کولوں سنبھالیا نئیں جا رہیا"، اکبر بھٹی بھی ضیا شاہد کے جانے بعد انہیں یاد کرتے تھے، ضیا شاہد نے جنرل ضیا کے دور آمریت میں انکے حامی ہوتے ہوئے پابندیوں کے باوجود ڈائیلاگ کے کلچر کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا، 1996ء میں ضیا شاہد سے عمران خان نے ملنا شروع کر دیا اور کہا کہ ظلم و ناانصافی کیخلاف آپکی بڑی اہم مہم ہے، میں اس سے بڑا متاثر ہوں، اس زمانے میں ضیا شاہد اور عمران خان کے درمیان ملاقاتوں میں مشورہ ہوتا تھا کہ ایک سیاسی جماعت بنانی چاہئے یا نہیں، عمران خان کی میرے ساتھ بھی دوستی تھی میں ان سے کہتا تھا کہ آپکو سیاسی جماعت نہیں بنانی چاہئے، شوکت خانم ہسپتال ٹھیک ہے، جبکہ ضیا شاہد ان سے کہتے تھے کہ آپ سیاسی جماعت بنائیں، ایک دن عمران خان نے ہمیں محمد علی درانی کے گھر اکٹھا کیا اور وہاں پر میرا کہنا تھا کہ عمران خان کو سوشل ریفارمر کا کردار ادا کرنا چاہئے، یہ اچھا سیاست دان ثابت نہیں ہوگا، ضیا شاہد کہتے تھے کہ نہیں انکو سیاست میں آنا چاہئے لیکن پھر عمران خان نے ایک سیاسی جماعت بنائی جسمیں ضیا شاہد کا مشورہ شامل تھا، پھر ایک وقت آیا کہ عمران خان اور ضیا شاہد میں دوری آگئی اور

مرحوم کی خدمات کسی تمغہ کی محتاج نہیں ملنے والا تمغہ خدمات کے شایان شان نہیں

پہلے جیسی دوستی نہ رہی، عمران خان نے ضیا شاہد کے اخبار کے موٹو" جہاں ظلم وہاں خبریں" سے متاثر ہو کر تحریک انصاف بنائی تھی، انکا خیال تھا کہ اگر ہم انصاف کا نعرہ لیکر آئیں گے تو ہماری جماعت کامیاب ہوگی، ضیا شاہد دنیا میں نہیں رہے اور عمران خان اس بات کو تسلیم کریں یا نہیں

آج ملک کے ہر اخبار میں ان کے تربیت یافتہ رپورٹر، نیوز ایڈیٹر اور کالم نگار بیٹھے ہیں

لیکن میں کچھ چیزوں کا عینی شاہد ہوں اور جانتا ہوں کہ تحریک انصاف کے قیام میں ضیا شاہد کا مرکزی کردار تھا، ضیا شاہد نے اپنی خدمات کے اعتراف کے لیے کبھی حکومت سے تمغہ نہیں مانگا، انہیں لوگوں نے جو عزت دی وہی انکے لیے سب سے بڑا ایوارڈ ہے۔

☆☆☆

صحافتی دنیا میں انقلاب لانے والے ضیا شاہد کی طرف سے پیش کیا جانے والا نیا آئیڈیا مختلف شخصیات کو فورم میں لانے کا تھا۔ روزنامہ جنگ کیلئے جنگ فورم اپنی نوعیت کا پہلا فورم تھا جس نے ملک کی صحافت میں عام آدمی اور ہر طبقہ کو آواز دی اور دیکھتے دیکھتے تمام اخبارات اور ٹی وی چینلز اسے فلسفے پر شروع ہوئے اور آج تک اسی پر عمل پیرا ہیں۔ بلاشبہ ضیا شاہد عوامی صحافت اور پاکستان میں جدید میڈیا کمیونیکیشن کے گرو تھے۔ جنگ فورم میں محمد علی زیبا کیساتھ فورم کا ایک منظر۔1985ء

ضیا شاہد فیملی کی ایک یادگار تصویر

مدثر اقبال بٹ

ایڈیٹر بھلیکھا، کالم نگار

جاؤ یار حوالے رب دے
سچی گل آکھاں تے میرے دور دا امام اُٹھ گیا

ضیا صاحب جدید صحافت دے بانی تے اخباراں دا عشق سی، مدثر اقبال بٹ

حیاتی انسان نوں انج ازماؤندی اے جیویں ایہہ اوہدے ہتھ دا کوئی کھڈونا ہووے۔ سیانے آکھدے نیں کہ ازمائشاں ای حیاتی دا دوجا ناں نیں۔ پر میں نہیں من دا، کیوں جے کدی ایہہ ازمائشاں انج وی آؤندیاں نیں کہ بندا چاؤندیاں ہوئیاں وی ایہناں نوں سہہ نہیں سکدا۔ اج تھوڑی دیر پہلاں ای اطلاع ملی کہ ضیا شاہد ہوریں دنیا توں کنارہ کر گئے نیں۔ میں کیویں من لواں کہ اجیہیاں خبراں ازمائشاں دا روپ دھار کے بندے نوں ایہہ دسدیاں نیں کہ حیاتی ایہناں دا ای نام اے؟ نہیں یار، ایہہ حیاتی کیویں ہوسکدی اے؟ تہاڈے کولوں اجیہی شے کھس جاوے جیہدا کوئی متبادل ای نہ ہووے تے تہانوں آکھیا جاوے کہ ایہناں دکھاں دا ای ناں حیاتی اے؟ کوئی اجیہے دکھ کیویں سہہ سکدا اے جہاں دا

> **ضیا شاہد صاحب شورش کاشمیری تے مولانا ظفر علی خان دی روایت دے امین سن**

اظہار ممکن اے تے نہ ای اوہناں دے دتے ہوئے پھٹ کوئی مرہم بھر سکدا اے۔۔۔۔

ضیا صاحب ٹُر گئے، ایس جہانوں کوچ کر گئے جتھے اوہ زندہ لیجنڈ تے طور اتے پچھانے گئے۔ ضیا صاحب، کوئی عام آدمی نہیں سن۔ اک زمانہ سن، اجیہا دور سن جتھے جدید صحافت دی نینہہ رکھی تے فیر ایہدے اُتے اوہ عمارت وی اساری، جیہڑی اوہناں دی حیاتی دا مقصد سی۔ اوہناں روزنامہ خبریں تے خبراں نوں اپنے خواباں دی تعبیر بنایا، ایہہ اخبار نہیں اوہناں دا عشق سی۔ اجیہا عشق جتھے ہزاراں طالب علم صحافیاں دی تربیت کیتی۔ اوہناں نوں خبریت دے نال نال ادب آشنا وی کیتا۔ ضیا صاحب بارے گھٹ لوک جاندے نیں کہ اوہناں دے کالم ہون، سیاسی کتاباں یا فیر عالمی منظر نامے۔ ہر جملہ، ہر پیرا مکمل ادب سی۔ اجیہا شہ پارہ کہ تسیں ادب یا صحافت دے جس زاویے اُتے چاہو پرکھ لوو، اوہناں دی ہر لکھت صحافت تے ادب۔ دوواں میزاناں اُتے سچی تے کھری ثابت ہووے گی۔ اوہ شورش کاشمیری تے مولانا ظفر علی خان دی روایت دے امین سن۔ میں جے ایمانداری نال گل کراں تے ساڈے ملک وچ اوہناں توں علاوہ صرف مجیب الرحمان شامی ہین جیہڑے اس مرتبے دے صحافی یا مدیر ہوسکدے نیں، باقی سب چھان بُورا اے۔۔۔۔

میرا ضیا صاحب نال عجیب تعلق سی، ایہہ تعلق اختلافات توں شروع ہویا تے فیر اجیہی محبت وچ تبدیل ہوگیا جنھوں میں یا اوہ، کدی کوئی نام نہیں دے سکے۔ میں ضیا صاحب نال کھٹی واری رُسیا تے کھٹی ہی واری لڑیا، پر مینوں کدے ایہہ نہیں لگیا کہ اوہ میرے توں ناراض نیں۔ اسیں جد وی ملے، انج ای ملے جیویں کدی کجھ ہویا ای نہیں۔ کوئی ناراضگی سی تے نہ کوئی گلہ شکوہ۔ سچی گل دساں تے ایہدے وچ ساری خوبی ضیا صاحب دی ہی ہندی سی، کیوں جے میں تے ایہڈا عظیم انسان نہیں ہاں کہ اپنے غصے، ناراضگی یا دل دے میل نوں اک لمحے اندر، اِنج صاف کردیواں جیویں کدی کجھ ہویا نہیں سی۔

ایہہ حوصلہ ضیا صاحب دا ای سی کہ میرے نال ناراض ہو کے وی کدی ناراض نہیں ہوئے۔ میں کیہہ، ہزاراں لوک ایہہ گواہی دین گے کہ ضیا صاحب دا غصہ، ناراضگی یا گلہ ہمیشہ وقتی ہُندا سی۔ اوہناں کدی کدورتاں نہیں پالیاں، دوجیاں نال اختلاف ضرور کردے پر کدی نفرتاں نہ پالدے۔ میں اپنی پوری زندگی وچ ایہناں باہمت انسان نہیں ویکھیا، حیاتی دیاں اوکڑاں نوں جیویں اوہناں برداشت کیتا، کوئی ہور ہُندا تے خورے کدوں دا ٹُٹ جاندا۔ عدنان شاہد دی بے موقع موت جیہا صدمہ کوئی کیویں برداشت کرسکدا سی؟ ایہڈا جوان تے سوہنا پُتر ہتھوں ٹُر گیا، ضیا صاحب اپنے اندرو اندر جر گئے۔ کوئی وی ہور ہُندا کدی دوبارہ نہ اُٹھدا، پر ایہہ تاں ضیا شاہد سی۔ اوہ ضیا شاہد جیہنے حیاتی نوں ہمیشہ چیلنج کر کے اوہدیاں سختیاں دا مقابلہ کیتا۔ اوہ ایس دکھ نوں وی اپنے سینے نال لا کے فیر کھلو گئے، کہ ربا تیری امانت سی، تیرے حوالے کیتی۔۔۔۔

امتنان بیٹے تے بھین یاسمین نیں اوہناں دا بہت ساتھ دِتا۔ اوہناں دی ہمت بنے تے ہر لمحے حوصلہ بن کے نال رہے۔ پر کدوں تیکر، اخیر ضیا صاحب وی اوسے منزل ول ٹُر گئے جیہڑی ہر بشر دی منزل اے۔ نبیاں، ولیاں، چنگیاں، مندیاں سب نے اپنے سچے قول نبھاوندیاں اوسے رب ول ٹُر جانا اے جنھیں سانوں اپنے نبی دی اُمت وچ پیدا کر کے ساڈے اُتے عظیم احسان فرمایا اے۔ ضیا صاحب اَج ٹُر گئے نیں، میرے دور دی صحافت دا امام چلا گیا۔

اج ساڈی اوہ صحافت مک گئی جیہدے بانی شورش سن تے ایہنوں دوام ضیا شاہد ہوراں بخشیا۔ اج اک دنیا مک گئی، اج تریخ دا اوہ ورقہ پاٹ گیا، جیہدے اندر فلسفے توں لے کے منطق تیکر تے صحافت توں لے کے ادب تیکر، ہر اوہ حوالہ سی جیہڑا کسے عام بندے نوں عظیم بنا دیندا اے۔ ضیا صاحب چلے گئے، اسیں وی ٹُر جانا اے۔ پر سچی گل ایہہ ہے کہ میرے جیہے لوکاں دے جان نال شاید کوئی فرق نہ پوے، پر ضیا صاحب جیہے لوکاں دا جانا اک زمانے دا مُک جانا اے۔ ضیا صاحب دا جانا علم و ہنر دے اک باب دا خاتمہ اے۔۔۔۔

میں بہت دکھی ہاں، ایس کر کے نہیں کہ اک اخبار نویس ٹُر گیا۔ ایس کر کے کہ ہُن اوہ کھوہ پُور یا گیا جتھے علم و ہنر دے پیاسے اپنی تریہہ بجھاوندے سن۔ میرے کول اوہ اکھر ہے ای نہیں کہ میں اپنے برخوردار امتنان نال اظہار افسوس کرلواں۔ کیویں آکھاں گا کہ بیٹا بہت افسوس ہویا؟ کیوں جے ہالے اوہ اکھر ای تخلیق نہیں ہوئے جیہڑے ضیا شاہد جیہے انسان دے ٹُر جان دے ہر کھ دا اظہار بنن۔ بس ایہناں ای آکھاں گا۔ ☆☆☆

جاؤ یار حوالے رب دے میلے چار دناں دے
اوس دن عید مبارک ہوسی، جس دن فیر ملاں گے

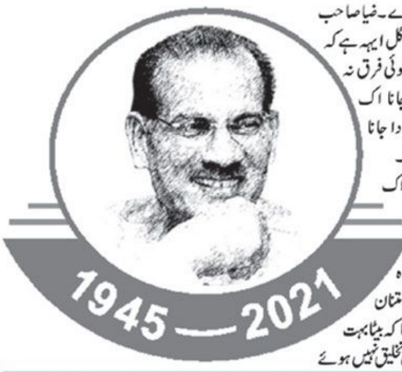

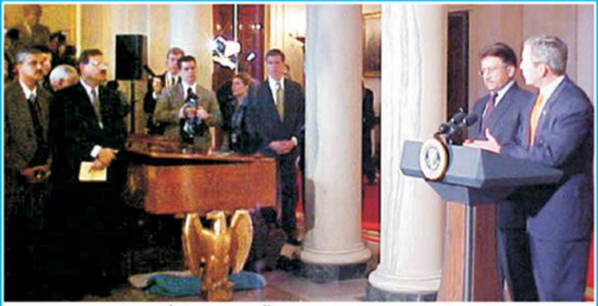

صدر پرویز مشرف کے دورہ امریکہ کے موقع پر پریس کانفرنس میں ضیا شاہد امریکی صدر جارج ڈبلیو بُش سے سوال کر رہے ہیں۔ 2007ء

ضیا شاھد کی رُخصت اور امتنان شاھد کا امتحان

آواز پنجاب

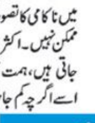

مدثر اقبال بٹ

برادرم ضیا شاہد کی رخصت نے اہل صحافت کو سوگوار کر کے رکھ دیا ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے یہ سانحہ ہوا ہی نہیں، اور ابھی کہیں سے ضیا شاہد اپنے مخصوص لہجے میں باتیں کرتے کسی موڑ پہ پھر آن ملیں گے۔ دل بار بار کہتا ہے کہ وہ شخص یہیں کہیں ہے، بس ذرا نظروں سے چھپ گیا ہے۔ دل کے بھی اپنے ہی مسائل ہیں، اسے جتنا چاہے سمجھا لیں یہ نہیں سمجھتا، سمجھتا ہے تو اپنے وقت پر جب اسے یقین آجائے کہ دوائے دردِ دل بیچنے والے اپنی دکان بڑھا گئے، اب عمر بھر اسی دردِ لا دوا کے ساتھ زندہ رہنا ہے۔ ضیا شاہد کے ساتھ میرا عجیب سا تعلق تھا، جھگڑے اور محبت کا بیک وقت تعلق۔ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ جب آپ کسی شخص کے ساتھ نا صرف جھگڑتے ہیں بلکہ مسلسل جھگڑتے ہیں تو اس کے باوجود وہ آپ کے لیے منفی جذبات نہیں پالتا۔ ایسے کتنے لوگ ملیں گے جن سے آپ جی بھر کے جھگڑا کریں، لیکن جب دوبارہ ملیں تو یوں ملیں کہ جیسے کبھی کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ مجھے ضیا شاہد کی اس خوبی نے ہمیشہ سرپرائز دیا، اس نے مجھے ہمیشہ حیران کر کے رکھ دیا، کہ یہ کیسا انسان ہے جس کے ساتھ دشمنی کا بھی اپنا وقار ہے۔ جب جب ایسا اتفاق ہوتا تب تب یہ ضرب المثل یاد آتی کہ بے وقوف دوست سے دانا دشمن کہیں بہتر ہے۔ لیکن ضیا شاہد، دشمن تو کبھی تھے ہی نہیں۔ ہمیشہ دوست بن کے ہی ملتے رہے، رنجش اور شکایت رکھی بھی تو ہم جیسے لوگوں نے جو معاملہ فہمی میں ضیا شاہد سے کہیں چھوٹے تھے۔ ضیا شاہد کی شخصیت کا یہی ایک روشن پہلو نہیں تھا بلکہ ان کے ترش اور تلخ لہجے میں بھی نصیحت چھپی ہوتی تھی۔ میں نے ان کے جانے کے بعد جس دوست سے بھی اس بابت مکالمہ کیا، یہی سننے کو ملا کہ ضیا شاہد دل کے برے نہیں تھے۔ عام آدمی تھے، عام سے گھر میں پیدا ہوئے۔ وراثت میں ہمت اور حوصلے کے سوا کچھ نہیں ملا تھا، جو کمایا اپنی محنت اور ہمت سے کمایا۔ جس شعبے کا انتخاب کیا اس کا عروج دیکھا اور ایسی بلندی پہ پہنچایا جہاں اب کسی دوسرے کا پہنچنا شاید ہی ممکن ہو سکے۔ میں ضیا شاہد کا اگرچہ نقاد رہا ہوں لیکن ان کی تحریروں اور طرزِ صحافت کا ہمیشہ معترف رہا۔ مجیب الرحمٰن شامی کے علاوہ یہاں کوئی بھی نہیں جو اس پائے کا ہو جسے ضیا شاہد کے مقابل رکھا جا سکے۔ یہاں اگر بطور منتظم خوبیاں بھی شمار کر لی جائیں تو ضیا شاہد کا پلڑا کہیں بھاری ہوگا۔ بہر حال دونوں کی اپنی اپنی خوبیاں ہیں، موازنہ مقصود نہیں۔ مقصد صرف اپنی صحافت کا نوحہ کہنا ہے کہ کوئی ایسا ملتا ہی نہیں جسے ان دونوں جیسا کہہ سکیں۔ موجودہ صحافت میں اگر کہیں چند لوگ اب بھی بہترین کام کر رہے ہیں تو حیران کن طور پر ان میں اکثریت ضیا صاحب سے سیکھنے والوں کی ہے۔ انہوں نے اس شعبے کو بہت کچھ دیا ہے، اتنا کہ شاید ہم سب مل کر بھی نہیں دے پائے۔ ضیا شاہد بڑے آدمی تھے، برگد تھے۔ اور برگد کے نیچے اگنے والے پودوں کے بھی اپنے ہی مسائل ہوتے ہیں۔ وہی مسائل جو برخوردار امتنان شاہد کے ہیں۔ وہ ایک بڑے باپ کا بیٹا ہے، ایسے باپ کا بیٹا جس نے اپنے شعبے کو بام عروج دیا۔ کوئی اس جیسا نہیں تھا۔ نہ اتنا کامیاب نہ اتنا محنتی اور نہ اتنا کائیاں۔ لوگ اسے رشک اور حسد، دونوں نگاہ سے دیکھتے تھے۔ امتنان شاہد کا مسئلہ یہ ہے کہ لوگ اس کا اس شعبے کے مہا گرو سے موازنہ کر رہے ہیں۔ امتنان شاہد کو بھی اب اسی دشت کی سیاحی کرنی ہے جس کے ذرے ذرے کو ضیا شاہد ازبر ہے۔ یہ بڑا امتحان ہے، جس میں ناکامی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور کامیابی بھی آسانی سے ممکن نہیں۔ اکثر بڑے لوگوں کی اولادیں ایسے موقعے پر ہار جاتی ہیں، ہمت چھوڑ دیتی ہیں لیکن امتنان ایسا نہیں۔ میں اسے اگرچہ کم جانتا ہوں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ وہ چیلنجز سے کبھی ہار نہیں مانتا۔ ایسے کاموں میں بھی ہاتھ ڈالتا ہے جہاں جھلس جانے کا ننانوے فیصد امکان ہو، وہ ایک فیصد پہ لڑتا ہے اور پھر جیت کر بھی دکھاتا ہے۔ یہی وہ ہمت ہے جو دیواروں پہ اشتہار لکھنے والے ایک عام سے بچے کو ضیا شاہد بنا دیتی ہے۔ ایسے بچے کو جس کے سامنے اس سے پہلے ایسی کوئی مثال نہیں تھی، جس نے کبھی ''ضیا شاہد'' نہیں دیکھا تھا۔ یہاں تو ذکر اس باہمت نوجوان کا ہے جس نے آنکھ کھولتے ہی ضیا شاہد کو دیکھا۔ جس کی تربیت ہی اس گھر میں ہوئی جہاں ہر سانس پہ ضیا شاہد کا ''ڈسپلن'' نافذ تھا۔ ضیا شاہد کو گائیڈ کرنے والا کوئی نہیں تھا، امتنان کو ہر معاملے میں اس شخص نے گائیڈ کیا جو اپنے پیشے کی معراج پہ تھا۔ میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ امتنان کے لیے راستہ کٹھن ضرور ہے، مسائل بھی بہت ہیں لیکن وہ ایسا باہمت ہے جو ناکامی سے بھی کامیابی کشید کر لے۔ اگرچہ اب میڈیا انڈسٹری کے حالات پہلے سے سازگار نہیں، ان کٹھنائیوں میں صحافت کا دیا جلانا اور اس کی لو کو بچائے رکھنا بھی آسان نہیں۔ لیکن امتنان ہار ماننے والا ہے ہی نہیں، وہ جذباتی ہونے کے ساتھ ساتھ شعور کو بھی رہنما رکھتا ہے جو اس کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ کم از کم میرا تجربہ یہی کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص ان دونوں میں توازن رکھنے کی منزل پا لے تو وہ کبھی ہارتا نہیں۔ میں امتنان شاہد کو کامیاب دیکھنا چاہتا ہوں، خبریں اور چینل فائیو کو اس عروج پہ دیکھنا چاہتا ہوں جہاں اسے حقیقی معنوں میں ہونا چاہیے۔ وہ یہ سب کر سکتا ہے اور یقیناً کرے گا بھی، کیونکہ اس نے بھی ضیا شاہد کی طرح ہار ماننا نہیں سیکھا۔ فرق یہ ہے کہ جب ضیا شاہد اس شعبے میں آئے تھے تو وسائل بھلے ہی کم تھے لیکن مقابلہ آسان تھا۔ اور آج اگر وسائل ہیں بھی تو مقابلہ اتنا ہی مشکل ہے۔ لیکن جیت کا مزہ بھی تبھی آتا ہے جب نہ تو حالات سازگار ہوں اور نہ ہی مقابل غافل ہو۔ میں امتنان کے لیے دعا گو ہوں، جسے اب اپنی دنیا نئے سرے سے ترتیب دینی ہے۔ جسے اب وہ کر دکھانا ہے، جس کی امید اس سے ہر وہ شخص کر رہا ہے جس نے ضیا شاہد کا عروج دیکھا۔ ہر وہ شخص جو امتنان کو اس عروج سے بھی دو ہاتھ آگے دیکھنا چاہتا ہے۔ اللہ رب العالمین امتنان کو کامیابی سے ہمکنار کرے اور ضیا شاہد کے ادھورے خوابوں کو تعبیر دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ ☆☆☆

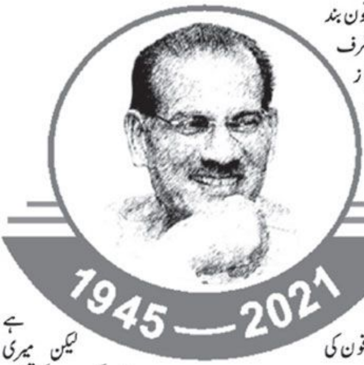

محبت بھری ڈانٹ ڈپٹ میں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا

ضیا شاہد اپنی ذات میں ادارہ

ذاتی معاملات کو بالائے طاق رکھ کر معاملہ نمٹانے کا ہنر سب نے ضیا شاہد سے سیکھا

خالد مسعود خان
شاعر و کالم نگار

ہر شخص نے آخر کار اپنے رب کے ہاں حاضر ہونا ہے۔ کسی نے پہلے اور کسی نے بعد میں، مگر اس میں مفر کسی کو نہیں۔ صحافت میں اپنی طرز کے بانی ضیا شاہد بھی رخصت ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ میرا مالک ان کی آخرت کی منزلیں آسان کرے، ان پر اپنا کرم کرے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ وہ رحیم و کریم ہے اور اس سے سوائے درگزر، کرم نوازی اور مہربانی کے اور کسی شے کی درخواست نہیں کہ ہم گنہگار اس کی رحم دلی کے طفیل ہی منزل سے گزر سکتے ہیں' وگرنہ کون ہے جو حساب کتاب کے مرحلوں سے گزر کر اپنے آپ کو بخشش کا حقدار ثابت کرے۔

ضیا صاحب اپنی دھن کے پکے تھے جو کام کر بیڑہ اٹھا لیتے اسے پایہ تکمیل تک پہنچا کر رہتے تھے

میری ضیا شاہد صاحب سے پہلی ملاقات روزنامہ پاکستان کے زیراہتمام منعقدہ مشاعرے کے سلسلے میں ہوئی۔ تب ضیا صاحب روزنامہ پاکستان کے ایڈیٹر ہوتے تھے۔ دفتر اسی پرانی جگہ پر جیل روڈ پر تھا۔ یہاں ان سے پہلی ملاقات ہوئی اور اس کے بعد کافی عرصہ تک کوئی رابطہ نہ رہا۔ ان سے دوسری بار تب ملا جب انہوں نے روزنامہ خبریں کے تحت ایک تقریب کا اہتمام کیا تو انور مسعود، بابا عبیر ابوذری کے ساتھ مجھے بھی اس تقریب میں مدعو کیا۔ تب ہم ضیا صاحب کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے جب پہلی بار ضیا صاحب نے مجھے کہا کہ میں کالم لکھا کروں۔ میں نے یہ بات سنی اور اسے رتی برابر بھی سنجیدگی سے لیے بغیر بھول گیا۔ میرا خیال تھا' بندے کو صرف وہی کام کرنا چاہیے جو اسے کرنا آتا ہو۔ اور میرے خیال میں کالم لکھنا میرا کام نہیں تھا۔ مجھے اس بات کا پورا ادراک تھا کہ میری اردو کوئی ایسی غیر معمولی نہیں، بلکہ غیر معمولی کیا؟ محض گزارے لائق ہے اور نثر لکھنے کا بھی کوئی تجربہ نہیں تو ایسے میں اللہ کے کرم سے شاعری میں ملنے والی شہرت اور پذیرائی کی بنیاد پر خود کو ہرفن مولا سمجھ کر اس وزنی پتھر کو ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے۔ میرا تجربہ تھا کہ کئی شاعروں نے دوسروں کی دیکھا دیکھی کالم نویسی شروع کی اور قارئین کو بدمزہ کیا۔ لیکن ضیا صاحب اپنی دھن کے پکے تھے۔

میں لاہور ایئرپورٹ کے ڈیپارچر لاؤنج میں اپنی فلائٹ کا منتظر تھا۔ موسم کی خرابی کے باعث فلائٹ آپریشن رکا ہوا تھا اور پی آئی اے والے ہر تھوڑی دیر بعد فلائٹ کی مزید تاخیر کا اعلان کر رہے تھے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ضیا شاہد میرے ساتھ والی کرسی پر آ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے: پھر کیا سوچا ہے؟ یقین کریں' میں تو بھول ہی چکا تھا کہ ضیا شاہد کس بات کے بارے میں پوچھ رہے ہیں' لیکن انہیں یاد تھا، کہنے لگے: میں کالم لکھنے کا پوچھ رہا ہوں۔

تب میں نے ان سے تھوڑا کھل کر کہا کہ شاید یہ میرا فیلڈ نہیں۔ وہ ہنسے اور کہنے لگے: تمہیں زیادہ پتا ہے یا مجھے؟ بس جس طرح تم بولتے ہو، اس کو اسی طرح لکھ دو۔ بڑا آسان کام ہے۔ اس میں کیا مشکل ہے؟ بس تم لکھنا شروع کر دو۔ میں نے وعدہ کر لیا۔ تھوڑی دیر گپ شپ ہوئی۔ اسی اثنا میں جہاز کی روانگی کا اعلان ہوا۔ میں نے ضیا صاحب سے رخصت لی اور اپنی فلائٹ کیلئے چل پڑا۔ بات آئی گئی ہو گئی تاوقتیکہ خبریں نے ملتان سے اپنی اشاعت کا آغاز کر دیا۔

ملتان تشریف لاتے ہی ضیا شاہد صاحب نے کہا بس اب کوئی بہانہ نہیں چلے گا تم کالم لکھنا شروع کر دو

ضیا شاہد اخبار کے آغاز کے سلسلے میں ملتان آئے تو مجھے فون کر کے ملنے کا کہا۔ میں ان کے پاس ہوٹل میں چلا گیا۔ وہاں وہ کہنے لگے کہ اب کوئی بہانہ نہیں چلے گا' تم کل سے لکھنا شروع کر دو۔ پھر کہنے لگے: دیکھو میری بات غور سے سنو! جس طرح تم گفتگو کرتے ہو بس اس کو تحریر میں لے آؤ' زیادہ فلسفہ نہ بگھارنا۔ نیک نیتی، خلوص اور سچائی کے ساتھ لکھنا۔ باقی سب کام خود بخود آسان ہو جائیں گے۔ پھر اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک شخص کو کہنے لگے: اب تم نے اس سے کالم لکھوانا ہے' مجھے ایک دو دن کے اندر خالد کا کالم اخبار میں نظر آنا چاہیے۔

وہ صاحب خبریں ملتان کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر تھے۔ اگلے روز صبح صبح اس کا فون آ گیا کہ کالم بھجوا دیں۔ میں نے کہا: ایک آدھ دن دے دیں۔ اگلے روز پھر تقاضا۔ اس سے اگلے روز پھر فون۔ اور اس کے بعد تو حد ہو گئی' دن میں دو بار فون آیا۔ راہ فرار نہ دیکھ کر میں نے کاغذ قلم اٹھایا اور پھر یہ سلسلہ چل پڑا۔ اس دوران کئی بار ان سے تفصیلی گفتگو بھی ہوئی اور محبت بھری ڈانٹ ڈپٹ بھی سنی' لیکن ایمانداری کی بات ہے کہ ان سے بہت کچھ سیکھا۔ وہ اپنی ذات میں ایک پورا ادارہ تھے۔

ایک بار میرے کسی کالم پر ناراض ہو کر کہنے لگے: یہ تم نے کیا لکھا ہے؟ میں نے کہا کہ کالم لکھا ہے۔ غصے میں کہنے لگے: اسے تم کالم کہتے ہو؟ میں نے کہا: سر جی! مجھے کیا پتا کہ یہ کالم ہے یا نہیں' آپ اسی قسم کی چیز کو گزشتہ تین سال سے چھاپ رہے ہیں۔ اگر یہ پہلے کالم تھا تو اب بھی کالم ہی ہے اور اگر یہ کالم نہیں تھا تو آپ مجھے تین سال بعد کیوں بتا رہے ہیں؟ انہوں نے فون بند کر دیا۔ صبح اخبار میں کالم لگا ہوا تھا۔ پرویز مشرف کا زمانہ تھا اور میں اپنی ''حرکتوں'' سے باز نہیں آتا تھا۔ تنگ آ کر انہوں نے میرے دو کالم روک لیے۔ میں نے بھی تیسرا نہ بھیجا۔ سات آٹھ دن گزر گئے اور معاملہ یونہی لٹکا رہا۔ ایک روز ملتان کے ریذیڈنٹ ڈائریکٹر کا فون آیا کہ ضیا صاحب نے آپ کو فارغ کر دیا ہے' آپ آ کر حساب کر لیں۔ میں نے کہا: کسی روز آ کر حساب کر لوں گا۔

بارہ پندرہ دن گزرے ہوں گے کہ میرے فون کی گھنٹی بجی۔ فون اٹھایا، یہ ضیا صاحب تھے۔ کہنے لگے: کدھر ہو؟ میں نے کہا: لاہور میں ہوں۔ بولے دفتر آ جاؤ۔ میں نے کہا: جمعہ کی نماز کے بعد آ جاؤں گا۔ میں دفتر گیا تو ضیا صاحب کافی پلا کر کہنے لگے: کالم بھیجو۔ میں نے کہا: دو پڑے تو ہوئے ہیں۔ انہیں چھاپ دیں میں ملتان جا کر آپ کو اور بھجوا دوں گا۔ غصے سے کہنے لگے: اس کا مطلب ہے کہ تم کام نہیں کرنا چاہتے؟ میں نے کہا: سر جی ناراض نہ ہوں۔ میں اگلے کالم بھی اسی طرح کے ہی بھیجوں گا' تو پھر آپ پہلے سے رکے ہوئے دو کالم کیوں نہیں چھاپ دیتے۔ ضیا شاہد کہنے لگے: کافی کیسی تھی؟ میں نے کہا: بہت مزیدار تھی۔ کہنے لگے: چلیں ملاقات تو زیادہ اچھی نہیں رہی؛ تاہم تمہیں کافی پسند آئی' تم سمجھو آج یہاں صرف کافی پینے آئے تھے۔ میں اٹھ کر واپس آ رہا تھا کہ پیچھے سے آواز دے کر کہا: اگر لکھنے کی نیت ہو تو کالم بھجوا دینا۔ میں نے کہا: بھیج تو دوں گا لیکن یہ تیسرا کالم ہو گا۔ وہ بولے: لگتا ہے تمہاری کام کرنے کی نیت ہی نہیں۔

دو گھنٹے بعد دفتر سے کسی کا فون آیا کہ آپ کے رکے ہوئے کالموں میں سے ایک کل چھپ رہا ہے اور دوسرا اس سے اگلے روز' اب آپ تیسرا کالم بھجوا دیں۔ میں نے ضیا صاحب کو فون کر کے کہا کہ سر جی! معاملہ تو طے ہو گیا ہے لیکن میری ان بیس پچیس دن کی تنخواہ کا کیا ہو گا۔ ہنس کر کہنے لگے: ضدی آدمی! وہاں ملتان میں ایک شخص کے علاوہ کسی کو پتا نہیں کہ تمہیں خبریں سے فارغ کر دیا گیا ہے' تم اپنی پوری تنخواہ جا کر صبح لے لینا۔

وہ اس نالائق کو زیادہ اچھا لکھنا تو نہ سکھا سکے مگر یہ ضرور سکھا دیا کہ کبھی کبھی لکھے بغیر بات کیسے قاری تک پہنچانی ہے اور یہ اتنا اہم سبق تھا جو آج تک کام آ رہا ہے۔ اللہ انہیں جنت نصیب کرے۔ بعض معاملات میں بڑے ضدی تھے، لیکن پیشہ ورانہ معاملات میں ذاتی موقف کو بالائے طاق رکھ کر معاملہ نمٹا دیتے تھے اور ایسے میں کسی چیز کو انا کا مسئلہ نہیں بناتے تھے۔ انہوں نے اردو صحافت کو کالم نگاروں کی پوری ایک بریگیڈ تحفے میں دی۔ اب کوئی اس کا اقرار کرے یا پھر انکار' لیکن یہ ایک لمبی فہرست ہے۔ میں بھلا کس شمار قطار میں ہوں، بہت بڑے بڑے نام اس یک نفری صحافتی ادارے کے طفیل نمایاں نظر آتے ہیں جس کا نام ضیا شاہد تھا۔

☆☆☆

ضدی آدمی! وہاں ملتان میں ایک شخص کے علاوہ کسی کو پتا نہیں کہ تمہیں خبریں سے فارغ کر دیا گیا

کسی چیز کو اپنی انا کا مسئلہ نہیں بناتے تھے انہوں نے اردو صحافت کو پورے کالم نگاروں کی ایک بریگیڈ تحفے میں دی

جہاں ظلم وہاں خبریں کا نعرہ اور ضیا شاہد کا فلسفہ خبریں کا طرہ امتیاز کھلی کچہری اور بطور سینئر نائب صدر پاکستان مسلم لیگ کھلی کچہریوں کا سلسلہ......1994ء

روزنامہ خبریں کی پہلی سالگرہ کی تقریب میں وزیراعظم نواز شریف، روزنامہ نوائے وقت کے معمار ایڈیٹر مجید نظامی اور چیف ایڈیٹر خبریں ضیا شاہد سٹیج پر بیٹھے ہیں

ICE BOX سے ملے AC جیسی ٹھنڈک

BOSS®
Home Appliances

100% نیچرل کولنگ
70% بجلی کی بچت کے ساتھ

How BOSS EVAPORATIVE Air Cooler works

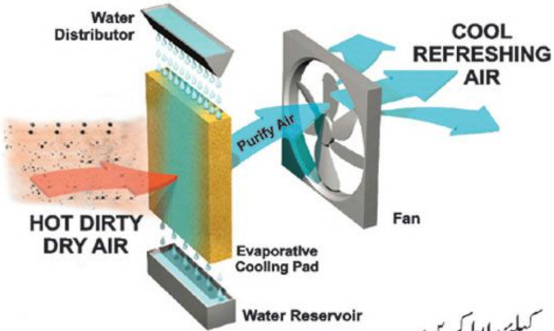

مکمل گھر مکمل زندگی

سولر DC 12 VOLT میں بھی دستیاب ہیں۔

چلے صرف 180 واٹ میں

UPS پر بھی

Premium Products Range Of
KOH-I-NOOR
SINCE 1989

سُنہری موقع پہلے آیئے پہلے پایئے تجربہ کار اور مالی طور پر مستحکم حضرات ڈیلر شپ کیلئے رابطہ کریں۔

Koh-i-Noor Hi-Tech (PVT) LTD.
83-A, Small Industrial Estate #1 Gujranwala, Pakistan.
Phone: +92-55-3845991~96 Fax: +92-55-3845997
Service Center UAN# 032-BOSS BOSS
2677 2677

www.bosshome.com | BossHomeAppliances | bossappliances | boss_home_appliances | KOH-I-NOOR HI-TECH (PVT) LTD | bosshomeappliances

نام بھی لاثانی
معیار بھی لاثانی
وزن گھٹائیں صحت پائیں
لاثانی
www.lasaniindustries.com
DRAP Enlistment #
Form-6 : 00873
Form-7 : 0873620225
GAIN HEALTH
REDUCE WEIGHT
ٹریڈ مارک نمبر 353753 510572 217188
کاپی رائٹ نمبر 29840
عرق مہزل
ARQ-E-MEHZAL
Herbal - Unani Product
800 ml
www.lasaniindustries.com
موٹاپے کی وجوہات کو
کم کرنے کیلئے مؤثر دوا
تمام دوائیں بچوں کی پہنچ سے دور رکھیں۔ طبیعت زیادہ خراب ہو تو معالج سے رجوع کریں۔
info@lasanipharma.com
lasanipharma@yahoo.com
Ph: 042-37188844-37188855
Fax: 042-37188866
Help Line: 0302-8447784
لاثانی فارما پرائیویٹ لیمیٹڈ
AL-HAMRA

ضیا صاحب کی قبر کو سب سے پیاری رات ملی، عارف لوہار

فوک گلوکار عارف لوہار بانی خبریں گروپ ضیا شاہد صاحب کی وفات کا سن کر رو پڑے اور کہا کہ ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں ان کو قبر کی بہت پیاری رات ملی ہے۔ ایسے لوگ تو ولی ہوتے ہیں۔ ضیا شاہد نے بھی حق سچ کا ساتھ دیا اور برائی کی قوتوں کے خلاف جنگ کی جو یقیناً بے مثال اور نیک لوگوں کی نشانیاں ہیں۔ ضیا شاہد نے ساری زندگی مظلوم کا ساتھ دیا جو بہت بڑی بات ہے۔ میں ان کی صحافت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ چیف ایڈیٹر خبریں امتنان شاہد اور ان کی فیملی کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے۔☆☆☆

مجھے ضیا شاہد نے کالم لکھنا سکھایا، ریما

اداکارہ ریما خان نے ضیا شاہد کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا کہ ضیا شاہد صاحب شوبز جنرل ازم کو بہت آگے لیکر گئے۔ اس کی پروموشن کیلئے انڈسٹری کو حکومت کے ایوانوں تک پہنچایا۔ اسکے ساتھ ساتھ انہوں نے میری فلم کی پروموشن کیلئے بہت سے شوز بھی کرائے تاکہ میری فلمیں ہٹ ہوں، اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے سنسر بورڈ سے میرے فلمیں پاس بھی کروائیں۔ اُنہوں نے ہر اُس فنکار کا ساتھ دیا جسے مشکلات درپیش تھیں وہ ایک بڑے صحافی اور فنکار دوست تھے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ فنون لطیفہ کے بارے میں بھی اُن کی معلومات فنکاروں سے بھی زیادہ تھیں، ضیا شاہد نے شوبز کے بیشمار شوز کروائیں اور نئے فنکاروں کی حوصلہ افزائی کی، آج ان کے انتقال کی خبر سن کر میں بہت دکھی ہوگئی ہوں۔ ان جیسے دانشور اور انسانیت کی خدمت کرنے والے کم لوگ ہی اس دنیا میں آئے۔ اللہ پاک انکے درجات بلند کرے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ میں دکھ کی اس گھڑی میں غم زدہ خاندان کے ساتھ ہوں۔☆☆☆

فنکاروں اور کھلاڑیوں کا بانی خبریں (ضیا شاہد) کو شاندار خراج تحسین

نوجوان ایڈیٹر انچیف جنگ گروپ میر شکیل الرحمٰن اور ریذیڈنٹ ایڈیٹر لاہور جنگ ضیا شاہد بھارتی لیجنڈ دلیپ کمار کے ساتھ...... 1987ء

تیزاب سے جھلسی لڑکیوں کے کیس پر فوری ایکشن لیا، مسرت مصباح

بیوٹیشن مسرت مصباح نے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ضیا شاہد صاحب ایک جنگجو انسان تھے جو حق اور سچ کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ میں جب بھی تیزاب میں جھلسی ہوئی لڑکی کا کیس لیکر آتی وہ فوراً اس پر ایکشن لیتے اور اس کی دادرسی کرتے۔ تاکہ ظلم کیخلاف آواز اٹھائی جاسکے ان کا خلاء کبھی پر نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے معاشرے کی مظلوم خواتین کی مدد زندگی کا ایک مشن سمجھ کر کی، سچ تو یہ ہے کہ ایسے لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور غم زدہ فیملی کو صبر جمیل عطا فرمائے۔☆☆☆

بانی خبریں نے کرکٹ کی بہتری کیلئے بہت کچھ لکھا۔ جاوید میانداد

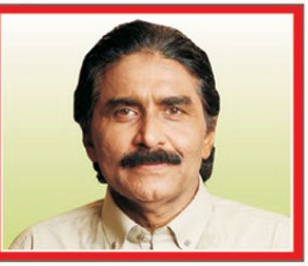

پاکستان کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان اور مایا نار کرکٹر جاوید میانداد نے بانی خبریں ضیا شاہد کی وفات پر اظہار تعزیت کیا اور کہا میں نے جب سنا کہ ضیا شاہد انتقال کر گئے ہیں تو مجھے بہت افسوس ہوا جاوید میانداد نے بتایا کہ میں ضیا شاہد کو بہت پرانا جانتا ہوں وہ میرے بہت اچھے دوست بھی تھے۔ جب میں کرکٹ کھیلتا تھا اور لاہور میں ہی رہتا تھا تب سے میری ان کے ساتھ ملاقاتیں رہی ہیں وہ بہت نفیس آدمی تھے۔ ضیا شاہد کو صحافت پر کمال کا عبور حاصل تھا وہ لوگوں کا درد سمجھنے والے تھے۔ مجھے یاد ہے جب میں کرکٹ کھیلتا تھا تو ضیا شاہد کے دفتر میں اکثر ان سے ملاقات کے لئے جایا کرتا تھا۔☆☆☆

سپورٹس کی ترقی کیلئے ضیا صاحب نے بہت کام کیا۔ سابق ہاکی کپتان شہباز سینئر

ضیا شاہد ملک کا بہت بڑا نام تھے انہوں نے عام آدمی کے لئے آواز اٹھائی جب انہوں نے خبریں اخبار کا آغاز کیا تو اس وقت ملک میں بڑے بڑے اخبار تھے لیکن انہوں نے پھر بھی اپنا مقام بنایا اپنی جگہ بنائی اور اپنے اخبار کا تعارف پورے ملک میں کرایا۔ اور پھر ہم نے ایسا وقت دیکھا کہ جب خبریں اخبار میں خبر لگتی تھی تو اس پر گورنمنٹ صوبائی ادارے ایکشن لیتے تھے اور پھر لوگوں کو انصاف مہیا ہوتا تھا۔ مجھے ان سے ملاقات کا بہت دفعہ موقعہ ملا ضیا شاہد بہت بہادر اور دبنگ انسان تھے انہوں نے پاکستان میں جدید صحافت کا آغاز کیا اس ادارے کی وجہ سے پاکستان میں عام آدمی کو انصاف ملا۔ انہوں نے نہ صرف ہاکی بلکہ پاکستان کی تمام سپورٹس پر بہت کام کیا انہوں نے پورے ملک میں ہاکی کو پروموٹ کرنے کی بہت کوشش کی۔ میرے ساتھ ان کی جتنی بھی ملاقاتیں ہوئی اس میں ہاکی کی بہتری کے حوالے سے بات کی جاتی تھی اللہ پاک ان کے درجاے بلند کرے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ آمین☆☆☆

ضیا صاحب ملکی صحافت کا قیمتی اثاثہ تھے۔ سابق کپتان عامر سہیل

پاکستان کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان عامر سہیل نے ضیا شاہد کی وفات پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا میں اس وقت ملک سے باہر ہوں ان کی نماز جنازہ میں شامل نہیں ہوسکا مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے۔ وہ عام آدمی کی آواز بنے ضیا شاہد صحافت میں بڑا مقام رکھتے تھے ضیا شاہد ملکی صحافت کا ایک قیمتی اثاثہ تھے انہیں کبھی بھلایا نہیں جاسکتا وہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گے۔ جب جب بھی مجھے ضیا شاہد کے ساتھ ملنے کا موقعہ ملا تو بہت کچھ سیکھنے کو ملا مجھے بہت زیادہ سمجھاتے تھے مجھے میں لکھنے کا شوق انہوں نے ہی پیدا کیا۔ مجھے ضیا شاہد نے کہا کہ آپ کرکٹ کے اوپر لکھنا شروع کرو اور پھر میں نے لکھنا شروع کیا جہاں کہیں مجھے لکھنے میں کوئی مسئلہ درپیش آتا تو میں ان سے رابطہ کرتا میں ہمیشہ ان کے ساتھ رابطے میں رہا۔ ضیا شاہد کمال شخصیت کے مالک تھے وہ کمال کا نالج رکھتے تھے وہ کرکٹ پر بھی بہت کمال کا نالج رکھتے تھے۔ میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا انہوں نے کرکٹ کی بہتری کے بہت کام کیا وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ انڈر 19 اور انڈر 16 کرکٹ کو بہتر کیا جائے تاکہ مستقبل میں پاکستانی کرکٹ ٹیم میں بہترین اور عمدہ کھلاڑی سامنے آسکیں۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ پاک اس ادارے کو اور ترقی دے اللہ ان کے درجات بلند فرمائیں اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں اور ان کے اہل خانہ کو صبر و جمیل عطا فرمائیں۔☆☆☆

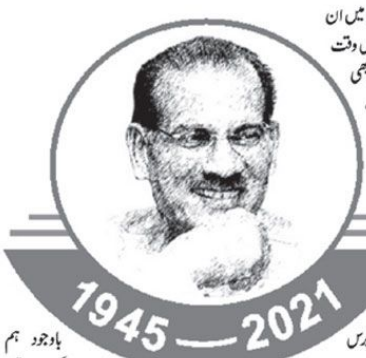

نعیم ثاقب

ضیا صاحب سے میری پہلی ملاقات 30 برس پہلے ہوئی تھی

صحافت کے گُرو (ضیا شاہد) کے چارگُر

میرے لیے ضیا صاحب چیف صاحب سے زیادہ ایک دوست کے والد تھے

اصل ضیا شاہد سے میری ملاقات اس دن ہوئی جب انہیں اس دنیا سے گئے چوتھا دن تھا۔ بے شمار صحافیوں کو صحافت کے گُر سکھانے والا استاد مجھے بھی اس ملاقات میں زندگی کے چار بہترین اصول سکھا گیا ہے۔ میری ان سے یہ ملاقات حسن نثار، حامد میر، حمید ہارون اور مجیب الرحمٰن شامی کے توسط سے اس وقت ہوئی جب میں عظمان نبی کے ساتھ ضیا شاہد صاحب پر ٹیلی کاسٹ کیا گیا چینل فائیو کا خصوصی پروگرام دیکھ رہا تھا۔ اور اس پروگرام میں ان چار لوگوں نے ضیا صاحب کی شخصیت کے بارے میں جو باتیں کیں ان سے میں نے یہ چار اصول اخذ کیے ہیں۔

ضیا شاہد صاحب سے میری پہلی ملاقات تقریباً تیس سال پہلے ہوئی۔ یہ یونیورسٹی کا لاابالی دور تھا، ہم کلاس فیلو اکثر امتنان شاہد کے گھر چلے جاتے، مونتو کے کمرے میں تاش کھیلتے، کھانے کھاتے، فلمیں دیکھتے، مونتو سے گٹار پہ گانے سنتے رات گزار دیتے، اور صبح اٹھ کر یونیورسٹی کی طرف دوڑتے۔ اس دوران رات کے کسی پہر ضیا شاہد صاحب دروازے پر دستک دے کر کمرے میں بچھے کارپٹ کے اوپر لگی لائن کے پاس آتے، چند لمحے کھڑے ہو کر پوچھتے "کیا حال ہے بھئی آپ سب کا، پڑھائی کیسی چل رہی ہے، کسی چیز کی ضرورت تو نہیں"۔ پھر واپس چلے جاتے نہ تو کبھی زیادہ بات کرتے اور نہ ہی کارپٹ کی لائن کراس کرتے۔

جب چینل فائیو پہ کام کیا تو اس وقت بھی ان کے ساتھ بہت زیادہ انٹرایکشن نہ تھی، کبھی کبھار کسی پروگرام کے حوالے سے بلوا کر ڈسکشن کر لیتے۔ اسی طرح نہایت قابل احترام ڈاکٹر نوشین سے گپ شپ لگتی رہتی۔ مونتو کے دوست اور فیملی فرینڈ ہونے کی وجہ سے میرے لیے ضیا صاحب، چیف صاحب سے زیادہ ایک دوست کے والد تھے۔ اور شائد اسی لیے ضیا شاہد صاحب سے ان ملاقاتوں میں وہ سب نہ سیکھ سکا جو ان کے بارے میں سن کر سیکھا ہے۔

سب سے پہلے حمید ہارون کی بات جو وہ ضیا صاحب کے بارے کر رہے تھے، کہ انہوں نے اپنے کیریئر کا آغاز ایک ورکر کی حیثیت سے کر کے اپنی محنت سے ایک ادارہ کھڑا کیا اور پھر غریب اور محروم طبقے کی آواز بنے۔ جس میں سیکھنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ غریب پیدا ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا جذبہ صادق اور لگن سچی ہو تو خبریں اکٹھی کرنے والا بھی خبریں میڈیا گروپ بنا سکتا ہے"۔

حسن نثار بتا رہے تھے کہ وہ چند دن پہلے میاں حبیب کے ساتھ ضیا صاحب سے ملنے گئے تھے اور طے کر کے آئے تھے کہ ملنے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ ان کی بات سن کر میں سوچ رہا تھا ہم وہ لوگ ہیں جو مرنے کے بعد اپنے دوستوں، عزیزوں، رشتہ داروں کی یاد میں روتے، باتیں کرتے ہیں اور ان کے بارے میں لکھتے ہیں مگر ان کی زندگی میں ان کے پاس بیٹھنے ان سے ملنے کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہوتا ہے۔ حسن نثار کی طرح ہمیں زندوں سے بھی ملنا چاہیے نہ کہ صرف مرنے والوں کی یاد میں گفتگو فرمائیں۔

مجیب الرحمٰن شامی صاحب فرما رہے تھے کہ ان کے ساتھ دوستی کا رشتہ پچاس برس پر محیط ہے۔ اس دوران اختلافات بھی ہوئے مگر دل کا رشتہ نہ ٹوٹا اور جب کبھی ان کے پاس کوئی مسئلہ لیکر جاتے تو وہ سراپا تعاون بن جاتے اور دوستی کا حق ادا کرتے۔ ان کی خواہش پر بہت محنت کر کے ان کو دو دفعہ سی پی این ای کا صدر بنایا۔ ثابت ہوا کہ بڑے لوگ چھوٹی موٹی ضد اور انا کی بنا پر تعلق اور رشتے ختم نہیں کرتے۔ اور ضرورت کے وقت دوستوں کو پیٹھ نہیں دکھاتے۔ حامد میر بتا رہے تھے کہ ضیا شاہد کی شخصیت کے بہت سے پہلو ہیں مگر بطور صحافی مجھ سمیت ان سے بہت سے لوگوں نے بہت کچھ سیکھا۔ ضیا شاہد نے سینئر ہونے کے باوجود کبھی میرے اختلاف رائے پر غصے کا اظہار نہیں کیا۔ جونیئر ہونے کے باوجود ہم ان کے ساتھ اختلاف رائے کرتے اور مختلف موضوعات پر بحث بھی ہوتی مگر وہ اس کو کبھی مائینڈ نہ کرتے بلکہ بعد میں سراہتے بھی تھے۔

ضیا شاہد تو چلے گئے پر اپنے چار بڑے شاہدین کے ذریعے بڑا آدمی بننے کے چار بہترین گُر بتا گئے۔ جو یہ ہیں۔

- بڑا آدمی بننے کے لیے پیسے کی نہیں محنت، جنون اور مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔
- بڑی کامیابی کے لیے آپ کا تعلق بڑے لوگ اور مثبت لوگوں سے ہونا چاہیے جو آپ کی تندرستی اور بیماری میں آپ کا ساتھ دیں۔
- دوست کو مدد کی ضرورت پڑے تو اس پر احسان نہ جتائیں سراپا تعاون بن کر کام آئیں۔
- اختلاف رائے پر جونیئرز اور کولیگز کی حوصلہ شکنی مت کریں اس سے آپ کے سیکھنے اور ان کے آگے بڑھنے کا عمل رک جاتا ہے۔

☆......☆......☆

وزیراعظم نواز شریف بانی خبریں گروپ ضیا شاہد کو سی پی این ای کا لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ دے رہے ہیں۔ 1998ء

رانا محبوب اختر

آپ نے ہمیشہ جاگیردارانہ سوچ کو چیلنج کیا

جمہوری صحافت کے بانی کا انتقال

آزادی اظہار کا تحفظ اور اختلاف رائے کو برداشت کرتے تھے

صوفی موت کو وصال کہتے ہیں۔ ایسا وصال جس میں آدمی جسم سے خالی ہو جاتا ہے۔ ہومر کے رزمیے میں بہادر اکیلیز کہتا ہے کہ دیوتا اس بات پہ ہم سے حسد کرتے ہیں کہ ہم فانی ہیں۔ ہر لمحے فنا کا امکان، زندگی کو پھول کی طرح خوب صورت بناتا ہے۔ میر نے مگر کہا، "موت اک واماندگی کا وقفہ ہے، یعنی آگے چلیں گے دم لے کر۔ "آگے کیا ہے، متہِ خاک بسے لوگ بتاتے نہیں:

لوگ جوق در جوق چلے جاتے ہیں
نہیں معلوم متہِ خاک تماشا کیا ہے

خبریں کے بانی ضیا شاہد کے وصال نے یادوں کے در وا کر دیئے ہیں۔ 2010ء کی بات ہے۔ برسات، سیلاب بن گئی تھی۔ گھر ڈوبے تھے۔ سیلاب سے کئی سال پہلے ہم نے مظفر گڑھ سے بیس کلومیٹر دور اے ای ایس کے تعاون سے ایک بستی کو ماڈل ویلج بنوایا تھا۔ غریبوں کی اس بستی کا نام پتڑے والا ہے۔ یہ بستی بھی سیلاب سے متاثر ہوئی۔ گھر گرنے سے تو بچ گئے مگر کافی نقصان ہوا تھا۔ دوستوں نے ان گھروں کو دوبارہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ وسائل نہ تھے۔ ہم نے ایک امریکی دوست، ڈیل سنکلر، سے مل کر کچھ رقم جمع کی اور پتڑے والا کے سپنے کو حقیقت میں بدل دیا۔ اس بستی کے افتتاح کیلئے ہمیں ایک ہمدرد آدمی کی تلاش تھی جس سے کام کو تشہیر ملے تا کہ کوئی اور کسی دوسرے تباہ حال دیہات کو بنانا چاہے تو ہمارے منصوبے کو emulate اور نقل کر لے۔ ضیا شاہد مقامیت کی علامت تھے۔ وہ جاگیردارانہ سوچ کو چیلنج کرتے اور غریبوں کے ہمدرد تھے۔ جب ان سے بستی کے افتتاح کی تقریب میں آنے کی درخواست کی تو وہ کمر کی تکلیف کے باوجود راضی ہو گئے۔ قصبہ گجرات اور محمود کوٹ کے درمیان واقع ایک چھوٹی سی بستی پتڑے والا کی تاریخ کا یہ ایک ناقابل فراموش دن تھا۔ ضیا شاہد وہاں آئے تو افتتاحی تقریب جلسہ بن گئی تھی۔ ہزاروں لوگ ضیا شاہد کو سننے آئے۔ ایک ایسے صحافی کو دیکھنے آئے تھے جو غریبوں کی بات کرتا تھا۔ ایک ایسی پوسٹ کولونیل ریاست جہاں کا انتظام غریب دشمن ہو وہاں غریب کی بات کرنیوالا ہیرو ہوتا ہے۔ ضیا شاہد کی بیگم محترمہ یاسمین شاہد بھی ساتھ تھیں۔ وہ غریبوں کے کنبے میں اپنی فیملی کے ساتھ آئے تھے۔ افتتاح کے بعد انھوں نے ولولہ انگیز خطاب کیا۔ ان کی تقریر کا مغز یہ تھا کہ آپ لوگ اپنے حق کیلئے اٹھ کھڑے ہوں :

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخِ امراء کے در و دیوار ہلا دو

پھر ہم نے کالم نگاری شعار کی۔ لگ بھگ دس سال سے ہم اس دشت میں ہیں۔ یہ طالب علم بین الاقوامی، قومی، مقامی اور سیاحت جیسے متفرق موضوعات آزادی سے لکھتا رہا ہے۔ ضیا شاہد اس آزادی کی ضمانت تھے۔ وہ مکالمے کو آگے بڑھانے کیلئے آخری حد تک آزادی اظہار کا تحفظ کرتے تھے اور اختلاف کو برداشت کرتے تھے۔ مجھے یاد نہیں کہ کبھی اس عاجز کے کالم میں کتر بیونت کی ہو۔ وہ رپورٹنگ اور کالم نگاری میں سادہ اور پرکار زبان کے قائل تھے۔ عام فہم تحریر جو دل سے نکلے اور دل میں اتر جائے۔ ہم اسے جمہوری طرز تحریر کہتے ہیں اور ضیا شاہد اس طرز کے سرِ خیل تھے۔ صحافت ان کے ہاں عام لوگوں کی بات اور عام لوگوں کے انداز کا نام تھی۔ ایڈیٹر سے زیادہ قاری کی رائے اور عوام کا مفاد اہم تھا۔ یہ صحافتی دنیا کی اتنی بڑی کایا کلپ ہے جس کا اگلا قدم متبادل میڈیا اور سوشل میڈیا ہیں۔ اب Gibbs اور Newsvine صحافت کو عوام کے ووٹ سے ملاتی ہیں۔ ضیا شاہد سے احترام کا رشتہ تھا۔ جب بھی ملاقات ہوتی وہ کھل کر بات کرتے اور تحمل سے سنتے۔ وہ ایک جذباتی اور passionate انسان تھے۔ ہر ملاقات میں وہ سرائیکی صوبے کے حوالے سے ضرور بات کرتے۔ وہ سرائیکی صوبے کے حامی ہونے کے ساتھ آبادکاروں کے ہمدرد بھی تھے اور دونوں کمیونٹیز میں توازن اور تعاون کی خواہش رکھتے تھے۔ ایک یادگار قصہ انھوں نے کئی بار سنایا تھا۔ وہ بتاتے تھے کہ جنرل مشرف سے ایک ملاقات میں انہوں نے سرائیکی صوبے پر بات کی تو جنرل صاحب نے کہا کہ نئے صوبے پر مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر آپ چوہدری شجاعت سے بات کریں۔ آپ اسلام آباد آئے ہوئے ہیں، میں چوہدری صاحب کو فون کرتا ہوں آپ ان سے ملیں۔ صدر مشرف سے رخصت لے کر ضیا صاحب بڑے چوہدری صاحب کے پاس گئے تو چوہدری صاحب نے قدرے بیزاری سے کہا کہ تم نے یہ کیا شرارت کی ہے۔ ایک شخص کے پاس اگر چند مربعے زمین ہو تو کیا وہ اپنی آدھی ملکیت کسی دوسرے شخص کو منتقل کر دے گا! پھر شجاعت صاحب نے انھیں پنجاب کے وزیراعلی چوہدری پرویز الٰہی سے بات کرنے کو کہا۔ لاہور واپسی پر رابطہ ہوا تو روایتی رکھ رکھاؤ والے چوہدری پرویز الٰہی خود ضیا صاحب کے پاس آئے اور ان کا موقف تھا کہ ہم اپنی آدھی ملکیت کیوں کسی دوسرے کے حوالے کر دیں۔ لوگ اور زمینیں حکمرانوں کی ملکیت ہیں، یہ سوچ یورپی کولونیل پیراڈائم کا تسلسل ہے۔ ہماری سوچ اب بھی کولونیل ہے۔ قبضہ برقرار رکھنے کیلئے اشرافیہ مذہب، وحدانی قومیت اور حب الوطنی کے بیانیے تراشتی ہے۔ وہ ثقافتی، لسانی اور مذہبی تکثیریت کی دشمن ہے۔ مگر خدائی انتظام عجب ہے کچھ عرصہ بعد چوہدری پرویز الٰہی ملتان کے نواں شہر چوک میں جنوبی پنجاب صوبے کے حق میں ق لیگ کی ایک ریلی سے خطاب کر رہے تھے۔ سیاست کار اگر اقتدار میں نہ ہوں تو نئے صوبے کے مطالبے کی حمایت کرتے ہیں۔ اور اقتدار میں آ کر استعماری قبضہ گیر بن جاتے ہیں۔ ضیا شاہد مرحوم کے بیان کردہ قصے میں کئی سبق ہیں!

مرگِ عام کی دہشت اور نفرتوں کے بھوت نے ضیا شاہد کے وصال کا صدمہ بڑھا دیا ہے۔ خدا ان کے درجات بلند اور لغزشیں معاف فرمائے! ناتمام کالم عشق و مستی کے امام مولانا رومیؒ کے شعر پر تمام ہوا!

می روم سوئے نہایات الوصال
من ز تن عریاں شدم او از خیال

وصال کی نہایت پر وہ تن اور ہم خیال سے خالی ہو گئے ہیں!

☆......☆......☆

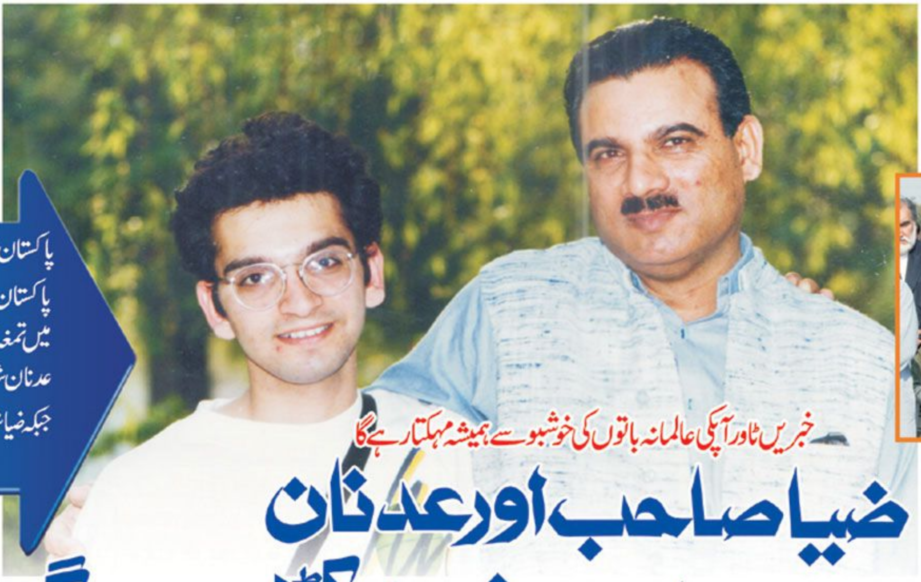

خبریں ٹاور آپکی عالمانہ باتوں کی خوشبو سے ہمیشہ مہکتا رہے گا

ضیا صاحب اور عدنان اب دونوں اکٹھے ہوں گے

حکومت نے آپکی صحافتی خدمات پر اور آپکے چاہنے والوں نے آپکو محبت کا تمغہ امتیاز دیا

پاکستان میں پہلے باپ اور بیٹا جن کو حکومت پاکستان نے پاکستان کی خدمت کے سلسلے میں تمغہ امتیاز سے نوازا
عدنان شاہد مرحوم کی وفات...... 2007ء
جبکہ ضیا شاہد مرحوم کی وفات...... 2021ء میں ہوئی
آج وہ دونوں اکٹھے ہوں گے

ندیم اپل

پیارے چیف صاحب اس بار سنڈے سپیشل کے ٹائیٹل پر لگی تصویر آپ کے کارکنوں کی طرح آپ کو بھی بہت پسند تھی شاید یہی وجہ تھی کہ جب بھی آپ جشن آزادی، عید یا خبریں

کتنا مشکل ہوتا ہے جوان بیٹے کے جنازے کو کندھا دینا

سالگرہ کے موقع پر خصوصی پیغام لکھوایا کرتے تھے تو یہی تصویر آپ کا انتخاب ہوا کرتی تھی۔ امتنان صاحب نے بھی اسی لیے ضیا شاہد سپیشل کیلئے آپ ہی کی پسندیدہ تصویر کا انتخاب کیا۔ چیف صاحب کہنے کو تو یہ تصویر نصف صدی کا قصہ ہے مگر دنیائے صحافت کی تاریخ میں یہ تصویر آنیوالی کئی صدیوں تک زندہ رہے گی۔ حکومت نے تو آپ کی بے پایاں اور بے مثال صحافتی خدمات کے اعتراف میں تمغہ امتیاز سے نوازا تھا مگر آپ کی رحلت پر آپ کے لاکھوں کروڑوں چاہنے والوں نے آپ کو اپنی محبت میں جو تمغہ امتیاز دیا اس کی قدر و قیمت شاید اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ اس بات کو زیادہ دن نہیں گذرے، ایسا لگتا ہے ابھی کل ہی کی بات ہے حالانکہ یہ قصہ نصف صدی کا ہے دو چار برس کی بات نہیں۔ ایک روز جب ضیا شاہد صاحب اپنے کمرے میں کچھ دوستوں اور کارکنوں کے کے سامنے مولانا طارق جمیل کے زندگی موت کے فلسفے پر دیئے گئے خطبے کا تذکرہ کر رہے تھے تو مجھے سامنے دیکھ کر اچانک ان کا رخ میری طرف ہو گیا اور کہنے تم بھی بوڑھے ہو گئے ہو اور میں بھی بوڑھا ہو گیا ہوں پھر ہنس کر کہنے لگے پتہ نہیں پہلے میں نے مرنا ہے یا تم نے مرنا ہے مگر ضیا صاحب آپ تو مر کر بھی امر ہو گئے، مر کر بھی زندہ ہیں مگر ہم جیسے نا اہل اور جہالت میں ڈوبے جو آپ کی باتوں سے علم و دانائی کے موتی سمیٹا کرتے تھے ہم تو سچ مچ مر گئے ہیں۔ آپ کی وہ ڈانٹ جس میں سوچ اور فکر کے خزینے چھپے ہوتے تھے اب ایسی ڈانٹ کہاں سے کھانے کو ملے گی اور آپ کے کمرے کی وہ مخصوص بیل جو خبریں کے کارکنوں کو ہر لمحہ خبروں حالات حاضرہ کے بارے میں چوکس و بیدار رکھا کرتی تھی آپ کے چلے جانے سے ہم اس قیمتی اثاثے سے تو محروم ہو گئے نا مگر خبریں ٹاور میں پھیلی آپ کی عالمانہ باتوں کی خوشبو اب بھی ہمارا حوصلہ بڑھا رہی ہے۔

فیصل ٹاؤن کی کرکٹ گراؤنڈ میں گلاب کے سرخ پھولوں سے ڈھکی آپ کی میت کا دلگداز منظر جب آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو آنکھیں پھر سے پرنم ہو جاتی ہیں آپ سے تو یہ توقع نہیں تھی کہ موت سے اس قدر جلد ہار مان جائیں گے مگر پچھلے چند سالوں میں آپ نے موت کے ساتھ جتنے بھی راؤنڈ کھیلے اس میں جیت آپ کی ہوئی مگر اس حقیقت کو کوئی بھی نہیں جھٹلا سکتا ضیا صاحب کہ موت برحق ہے اور زندگی موت کی امانت ہے وہ بالآخر واپس لوٹانا ہی پڑتی ہے سو آپ بھی موت کو اس کی امانت لوٹا کر خدا کے حضور سرخرو ہوئے۔ ○

ضیا شاہد کا سفر آخرت

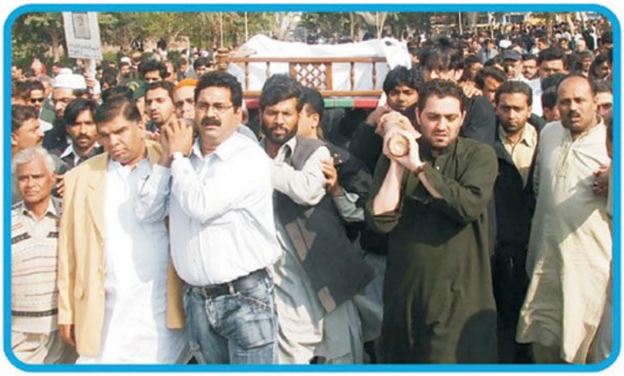

عدنان شاہد کا سفر آخرت

بانی خبریں ضیا شاہد کی نماز جنازہ ادا کی جا رہی ہے

خوشگوار لمحوں کی
کچھ یادیں کچھ باتیں

ضیا شاہد

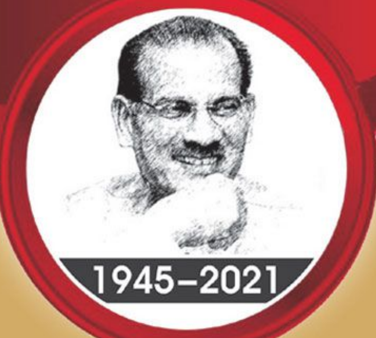

نہتا ہو کے بھی، تیغ سناں کے سامنے ٹھہرا
نڈر صاحب نظر، ناقد، ضیا شاہد ضیا شاہد
سراپا محنت و خدمات، اچانک ہوگئی رحلت
صحافت کا بڑا قائد، ضیا شاہد ضیا شاہد

سید تابش الوری

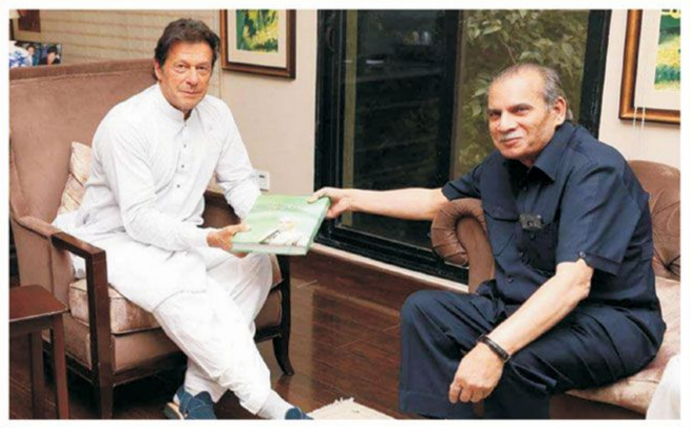

ضیا شاہد اپنی کتاب قائداعظم سچا اور کھرا لیڈر عمران خان کو پیش کرتے ہوئے

بانی خبریں ضیا شاہد اور امتنان شاہد کا اپنی فیملی کے ساتھ گروپ فوٹو

عامر خان

صحافتی خدمات سے ہٹ کر اگر ضیا صاحب کی ذاتی زندگی ،شخصیت اور بطور باپ، بیٹا اور شوہر ان کے کردار کا جائزہ لیں تو وہ اسقدر خوبصورت اور مثالی تھا جسے شاید لفظوں میں بیان کرنا اتنا آسان نہ ہوگا مگر اس سے پہلے یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ضیا شاہد کا شماران صحافی دوستوں میں نہیں ہوتا تھا جو اپنے ذاتی مفاد کیلئے وقت کے حکمرانوں کی خوشنودی کیلئے ان کے آستانوں اور انکی غلام گردشوں کا طواف کیا کرتے تھے یہ ضیا صاحب کے بے داغ کردار کی عظمت ہے کہ وقت کے حکمران خود چل کر ان کے گھر آتے رہے البتہ قائداعظم ان کے آئیڈیل تھے جن پر کتاب سچا اور کھرا لیڈر لکھ کر قائد سے اپنی عقیدت کی انتہا کردی۔ ذاتی زندگی میں آپ ایک فرمانبردار بیٹے، وفا کرنے والے شوہر اور اپنے بچوں کے بچوں سے پیار کرنے والے دادا ابو اور نانا ابو تھے ۔اسی طرح جب کبھی دفتر سے باہر اپنے کارکنوں کے ساتھ ہوتے تب کسی کو احساس تک نہ ہوتا کہ اپنے آفس کے اندر انکو ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے یہی وہ سخت گیر چیف صاحب ہیں، یہی تو ان کا کمال تھا کہ وہ ہر کسی کو چونکا دینے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ایک بار جب وہ اپنے کارکنوں کو تفریح کی غرض سے جلو پارک لے گئے تب تالاب کے ساتھ چلتے چلتے سٹاف کے کچھ دوستوں نے انہیں پانی میں دھکا دے دیا مگر وہاں ضیا صاحب نے بالکل چیف ایڈیٹر بننے کی کوشش نہیں کی بلکہ کارکنوں کی اس بے تکلفی کو خود بھی انجوائے کیا۔ مگر جب کبھی اپنے بارے میں سوچتے تو کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو جایا کرتے تھے۔ مثلاً ایک جگہ اپنے کالم میں اپنے بارے میں لکھتے ہیں، کبھی کبھی جی چاہتا ہے انسان اپنے بارے میں بھی سوچے اور مجھ ایسے شخص کو خاص طور پر کیونکہ برسوں گذر جاتے ہیں مگر اپنے بارے میں بات کرنے کا، بات کہنے کا وقت ہی نہیں ملتا، وقت پر کھانے کے لیے وقت پر سونے کے لیے وقت ہی نہیں ہوتا۔ میں بہت سوچنے والا اور بہت محسوس کرنے والا آدمی ہوں اس لیے خوشیاں مجھ سے دور رہتی ہیں۔ میرے پاس پیٹ بڑھتے السر کے علاج کے لیے بھی وقت نہیں، گلے تک آئی ہوئی تیزابیت کو روکنے کا وقت نہیں، پھٹتی ہوئی کنپٹیوں کو آرام پہنچانے کا وقت نہیں ڈاکٹروں کی نصیحت کے مطابق سیر کے لیے بھی وقت نہیں۔ یہ تو ضیا صاحب کے اپنے بارے میں ذاتی حساسات تھے مگر حیرت ہے کہ اس کے باوجود آپ دوسروں کے دل کی رونق تھے۔ ضیا صاحب اپنی ذات میں ایک انجمن تھے وہ دفتر کے دوستوں اور فیملی افراد کے لیے ایک سایہ دار شجر تھے ان کی باتیں اور یادیں اسقدر بھرپور اور اثر انگیز ہیں ان کو یاد کریں تو ایسا لگتا ہے کہ ضیا صاحب آج بھی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ وہ آنکھ سے اوجھل ہوئے ہیں دل سے دور نہیں۔

2018۔ پام رائل کلب میں ضیا شاہد کی کتاب سچا اور کھرا لیڈر کی افتتاحی تقریب کے موقع پر پی ٹی آئی کے چیئرمین عمران خان، ضیا شاہد، امتنان شاہد، شیخ رشید اور عارف نظامی قومی ترانہ کے احترام میں کھڑے ہیں۔

تقریب میں عمران خان کے ساتھ ضیا شاہد اور امتنان شاہد کا گروپ فوٹو

2006۔ محترمہ بے نظیر بھٹو اور ضیا شاہد دوران انٹرویو